جلد ۳۴ | ماہ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ مطابق ماہ جولائی ۱۹۳۴ء | عدد ۱

مضامین

شذرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دگ گرمیون مین پہاڑی مقامات کا رخ کرتے ہین، اور مین نے اس کے لئے اپنی خاکِ وطن (دیسنہ ضلع پٹنہ) کی دیہاتی و دہقانی زندگی پسند کی ہے، دو مہینون سے مین اپنے مرکز (دار المصنفین اعظم گڈھ) سے دور ہون، اس درمیان مین احباب کے خطوط مجھے دیر سے ملتے رہے، اور اسی نسبت سے جواب مین تاخیر و تعویق ہوتی رہی، اور اب بھی بہت سے دوستون کے خطوط کا مقروض ہون جس کے لئے اُن سے معافی کا خواستگار ہون، امید ہے کہ ۱۵ر جولائی تک مین اپنے مرکز مین پہنچ جاؤنگا، اور ان قرضخواہون کے تقاضون اور مطالبون سے نجات پانے کی جلد کوشش کرونگا،

اسی اثنا مین صوبہ بہار و اڑیسہ کے سرکاری عربی مدارس کی ترتیبِ نصاب کے سلسلہ مین رانچی کے سفر کا اتفاق ہوا، یہ سفر دخانی گھوڑے کی گاڑی (موٹر) پر طے ہوا، ہمارے وطن سے رانچی دو سو میل ہے، یہ دو سو میل ۸ گھنٹون مین طے ہوئے، رفیق سفر ہمارے ہمسایہ، ہم پیشہ، اور عزیز دوست مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی تھے، راستہ ادبی، مذہبی اور صوفیانہ لطائف مین آتے جاتے بہت دلچسپی کیساتھ کٹا، رانچی جانے کا پہلے بھی اتفاق ہوا تھا جب مولانا ابو الکلام صاحب آزاد رانچی مین نظر بند تھے، لیکن پٹنہ، رانچی کے نئے راستہ سے موٹر کے ذریعہ جانے کا پہلا اتفاق تھا، انتہائی جنوبی بہار اور چھوٹا ناگپور کے اس خطہ کے مشاہدہ نے تاریخ قدیم کے بہت سے کہنہ اوراق، اور عجائبات فطرت کے متعدد دلچسپ صفحات نظر کے سامنے کردیئے،

قصبہ بہار جسکی نسبت سے اس صوبہ مگدھ کا اسلامی نام بہار پڑگیا، بودھون کی حکومت و حکمت کا قدیم پایۂ تخت ہے، اسکے نام کا صحیح تلفظ "وہار" ہے جس کے معنی بودھ درسگاہ اور خانقاہ کے ہین، اس تعلق سے پہلے اس قصبہ کا نام پھر

پورے صوبہ کا نام وہار (بہار) پڑگیا، بہار سے ایک سڑک تو پٹنہ کو جاتی ہے، جسکا قدیم نام پاٹلی پتر ہے اور دوسری گیا کو، یہ دونون راستے بودھون کے پرانے تاریخی آثار سے بھرے پڑے ہین، بہار سے گیا کو جو سڑک جاتی ہے اسمین بہار کے بعد کوئی ۲۰ میل کی مسافت پر ایک قصبہ نوادہ آتا ہے، جس کی فارسی اصل (بقول رفیق سفر مولانا) نو آباد ہے، یہ مغلون کے اخیر عہدِ طوائف الملوکی مین ایک حوصلہ مند امیر نواب کامگار خان کا دار الامارہ تھا، اس خاندان کے کچھ لوگ اب بھی زمیندار کی حیثیت سے اس کے آس پاس رہتے ہین،

بہار سے آگے بڑھکر ایک سڑک تو نوادہ ہوکر گیا چلی جاتی ہے، اور دوسری راجگیر کو جاتی ہے، جو قدیم ہندو اور بودھ اور شیخ شرف الدین یحیٰی منیری کے چلہ گاہ ہونے کی حیثیت سے سلمانون کے توجہات کا مرکز بھی ہے، اسی قصبہ بہار اور راجگیر کے بیچ مین مشہور بودھ درسگاہ نالندہ کے کھنڈر واقع ہین، بہار اور نوادہ کے درمیان نوادہ سے دو میل پہلے پاوا پوری نام جینیون کی سب سے بڑی مذہبی پرستشگاہ ہے، یہ مقام جینی مت کے بانی کی جائے پیدائش ہے، یہان ان کے مندرون کا سلسلہ دور تک قائم ہے، اور مارواڑیون کی دولتمندی کا مظہر ہے،

نوادہ سے آگے نکلے تو وہ سڑک ملی جو شیر شاہ نے مغربی سرحد سے لیکر بنگال تک بنائی تھی سنا ہے اس کے قریب اسکی بنائی ہوئی سراوٗن، مسجدون، اور دھرمسالون کے مٹے مٹے نشان کہین کہین ملتے ہین، پھر رجولی کا جنگل آیا، جو ہندوستان مین شیرون کے شکار کے لئے مشہور ہے، اس کے بعد ابرک کے پہاڑون کا سلسلہ شروع ہوا، ٹھیک بارہ بجے دن کا وقت تھا آفتاب کی روشنی پورے عروج پر تھی، اور ساری زمین، میدان اور پہاڑی سلسلہ ابرک کی ضو فشانی سے جگمگا رہا تھا، اور آنکھون کو خیرہ کر رہا تھا،

اس کے بعد کوڈرمہ کی نئی آبادی آئی، جہان ریلوے اسٹیشن ہے، آج سے بیس سال پہلے جب یہ آباد تھا

ایک مسلمان صاحب دل حکیم بادشاہ میان صاحب نے اسکو اپنی سکونت کیلئے پسند کیا، حکیم صاحب ممدوح ایک طرف شیرون کا شکار اور دوسری طرف انسانی دلون کا شکار کیا کرتے ہین، چنانچہ ممدوح نے اپنے دونون شکار دکھائے، ایک بہت بڑے شیر کی کھال مع سر دکھائی، جس سے بڑا شیر ہندوستان مین شاید ہی شکار ہوا ہو، اور ایک تعلیم یافتہ بنگالی نوجوان کو دکھایا جو صدق دل سے مسلمان ہوکر متقی مسلمان بنگیا ہے،

کوڈرمہ کے بعد ہزاری باغ آیا، اور اُس احاطہ کے سامنے سے گذر ہوا جہان صوبۂ سرحد کا شیر خان عبد الغفار خان اینٹون کے کٹہرہ مین بند تھا، یہ قید خانہ آبادی سے دور ایک کھلے میدان مین واقع ہے، ہزاری باغ کی آبادی سے نکلے تو بارہ میل کا ایک اور جنگل شروع ہوا، یہ پورا علاقہ مع رانچی کے رام گڑھ کے راجہ کی ملکیت ہے، جنگل سے باہر ہوئے تو رانچی کی چڑھائی آئی،

رانچی ایک بلند کھلے میدان مین واقع ہے، شہر کی آبادی پچاس ہزار ہے، ایک چوتھائی مسلمان ہین، مولانا ابو الکلام آزاد کی نظر بندی کی یادگار یہان ایک انجمن اسلامیہ اور اسکا مدرسہ قائم ہے، مدرسہ اور انجمن کی خاص عمارت ہے، شہر کے اندر سیر کے قابل کوئی چیز نہین، جابجا حکومت کے صیغون کے دفاتر کی معمولی عمارتین ہین،

لیکن دو برس سے یہان ایک عجیب جائے عبرت وجود مین آئی ہے، شہر سے باہر سر علی امام کا وہ ناتمام قصر واقع ہے جس کے سر بفلک ستونون، منارون اور سقف کی زبان حال، انسانی آرزوون کی ناتمامی کی داستان سنا رہی ہے، اس عظیم الشان قصر کا دامن قسم قسم کے نادر درختون سے بھرا ہے، اور ہائے افسوس کہ اس عظیم الشان قصر و باغ کے ایک دور افتادہ گوشہ مین پھوس کے ایک چھپر کے نیچے اسکا اولو العزم بانی دو گز مٹی کے فرش پر تنہا پڑا سویا ہے، زبان نے اس فرش خاک پر سونے والے کے لئے دعاے مغفرت مانگی، اور آنکھون نے آنسوون کے چند پھول تربت پر چڑھائے، اور دل نے کہا،

آئے تھے دنیا مین اس دن کے لئے

مقالات

مُقُر، قلات غلزی اور قندہار

منزلین

۳۱ اکتوبر کی صبح کو غزنین سے آگے روانہ ہوے، ہمارا مختصر قافلہ آج بھی دو موٹرون اور دو لاریون پر مشتمل تھا، غزنین کے بعد موٹر کی پہلی منزل مقر ہوتی ہے، اور دوسری قلات غلزی، مگر رفیقون کی جلدی کے باعث آج مقر اور قلات کی دو منزلین ایک ساتھ طے کرنی ہین،

غزنین سے مقر نوے میل ہے، پہلے عموماً یہ راستہ سات منزلون مین ختم کیا جاتا تھا پہلی منزل قلعہ نانی، دوسری قرہ باغ، تیسری قلعہ غوجان، چوتھی قلعہ مُکُر، پانچوین چشمہ سرہ، چھٹی قلعہ ترین[1] پھر قلات مگر موٹر کیلئے یہ سات منزلین چند گھنٹون کا راستہ ہے، چنانچہ ہم ۸ بجے صبح کو غزنین سے روانہ ہوے اور ۱۱ بجے دوپہر کو مقر پہنچ گئے، راستہ بہت صاف اور ہموار تھا، جگہ جگہ گاؤن ملے، وادیون مین کھیتون کے بڑے بڑے تختے نظر آئے، جابجا چشمے بھی بہ رہے تھے،

مقر یعنی پرانا بیہق

بیہق ایک پرانے تاریخی شہر کا نام ہے جہان سے بڑے بڑے ائمہ حدیث، مورخین اور اہل ادب انشا پیدا ہوئے ہین، یاقوت نے معجم البلدان مین بیہق کے علاقہ کو ایک پورا ضلع قرار دیا ہے، اور جسکی جائے وقوع نیشاپور، قومس اور جوین کے بیچ مین بتائی ہے، اور لکھا ہے کہ بیہق کی ابتدائی حد سے نیشاپور تک ساٹھ فرسنگ ہین (یعنی موجودہ ایکسوتیس میل) اس کا پرانا صدر مقام خسروگرد تھا، پھر سبزوار ہوگیا، اس کے اندر تین سو اکیس گاؤن تھے، اس کا فارسی تلفظ بیہہ ہے، مگر عربون نے اپنے قاعدہ سے اسکو بیہق بنا دیا اور وہی مشہور ہوگیا، ابوبکر احمد بن حسین مشہور بہ امام بیہقی شافعی جن کی سنن بیہقی اور دلائل النبوۃ مشہور کتابین ہین بیہق کے تھے، نوجوان افغانون کا دعویٰ ہے کہ پرانا بیہق یہی ہے، چنانچہ ہمارے فاضل افغان رفیق سفر سردار خان

[1] ترین پٹھانون کا ایک قبیلہ ہے،

گو یا نے بڑے وثوق کے ساتھ مجھے اسکا یقین دلایا، مقر کے قریب دو قبرون کے روضے دکھائی دیئے، فاضل مذکور نے بتایا کہ ان مین سے ایک ابو الفضل بیہقی کی قبر ہے، اور دوسری ابو نصر مشکانی کی، ابو الفضل بیہقی غزنوی خاندان کا مشہور مورخ ہے، ۴۷۰ھ مین وفات پائی ہے، ابو نصر مشکانی بھی اسی عہد کا ادیب و مورخ ہے جسکی تصنیف مقامات پچھلے مصنفین کا ماخذ ہے،

مُقُر مین داخلہ اور روانگی

مُقر ایک وسیع و خوش فضا میدان مین واقع ہے، آبادی بہت ہی معمولی ہے، افغانون کا ایک فوجی دستہ ایک افغان کرنل کی ماتحتی مین یہان رہتا ہے،

مقامی سرکاری افسرون کو ہم لوگون کے آنے کی اطلاع پہلے سے تھی، جیسے ہی موٹر آکر رُکے گارڈ آف آنر نے جو پہلے سے وہان کھڑا تھا، مہمانون کو اعزازی سلامی دی، دل نے کہا اسلامی مملکت مین اگر غیر ملکی مسلمان بھی بیگانہ نہین رہتا، اور اس اعزاز کا مستحق قرار پاتا ہو، جو اسکو اپنے وطن مین بھی میسر نہین، آزادی اور غلامی کے درمیان کتنا عظیم فرق ہے،

یہان کی سرکاری عمارت نہایت سلیقہ سے پختہ دو منزلہ بنائی گئی ہے، اوپر کی منزل مہمانون کے لئے ہے، متعدد کمرے ہین، جن مین خاصہ آرام دہ فرنیچر ہے، بیت الخلا جدید اصول (فلشنگ سسٹم) کے مطابق بنا تھا، عمارت بھی اینٹون کی معلوم ہوتی تھی، عمارت کے پاس ہی چھوٹی سی نہر جاری تھی، سامنے کچھ سرسبز و شاداب درختون کی قطار تھی، تعجب آتا تھا کہ ایسا خوش فضا اور پرسکون مقام اور آبادی سے یون خالی ہو، اگر یہ مقام ہندوستان مین ہوتا تو بڑے بڑے امرا کی کوٹھیون سے معمور ہوتا، زمانہ کے انقلاب کی یہ کیسی عبرت انگیز تصویرین ہین، کہ کبھی ویرانہ پر رونق شہر اور کبھی پر رونق شہر ویرانہ بنجاتا ہے،

بالائی منزل پر جاکر ہم نے تھوڑی دیر آرام کیا، پہلے گرم دودھ کا ایک ایک پیالہ مہمانون کو پیش کیا گیا، پھر بے دودھ کی سبز چائے آئی، جسکا مزہ مجھے تو تازہ بنفشہ کے جوشاندہ سا معلوم ہوتا ہے، تھوڑی دیر کے بعد میز پر کھانا چنا گیا، کھانے سے فارغ ہو کر ہم آگے بڑھنے کو تیار ہو گئے، چلتے وقت بھی فوجی دستہ نے اعزازی سلامی دی، ایک بجے موٹرون نے قلات کی سمت حرکت کی، راستہ صاف اور ہموار تھا،

قلات غلزئی

قلات دو ہین، ایک قلات بلوچ، اور دوسرا قلات غلزئی، پہلا بلوچستان مین واقع ہے، جو آجکل

ہندوستان کے ماتحت ہے، اور دوسرا غزنین اور قندھار کے بیچ مین ہے، پہلے افغانستان کی سرحد بلوچستان تک تھی، اور قلات بلوچ کا امیر شاہ افغانستان کا ماتحت تھا، ۱۸۳۹ء مطابق ۱۲۵۵ھ مین شجاع الملک شاہ افغانستان کو دوبارہ تخت نشین کرنے کے لئے جو انگریزی فوج سندھ اور قندھار کے راستہ سے کابل گئی تھی، اس نے واپسی مین قلات بلوچ کے امیر محراب خان کو مہمانداری کے دھوکے سے قتل کر کے قلات بلوچ پر قبضہ کر لیا، مگر اس کے جوانمرد بیٹے نصیر خان نے بڑی بہادری سے انگریزی فوج کو شکست دی، غرض شاہ افغانستان کی امداد کا یہی بہانہ تھا جس نے قلات اور سندھ کو ہندوستان کا ماتحت بنا دیا، یہ تفصیل مین نے اس لئے کردی کہ حال کے ایک مشہور مصنف نے قلات بلوچ کے محراب خان کو قلات غلزی کا حاکم بنا دیا ہے،

قلات کی اصل مجھے قلعات معلوم ہوتی ہے، قلعہ کی جمع، کثرتِ استعمال سے قلات ہو گیا ہے،

مُقُر سے ایک بجے چل کر ۵ بجے شام کو قلاتِ غلزی پہنچے، یہ غلزی اور توخی افغانون کی جائے سکونت ہے، مگر خود قلات کی آبادی بہت ہی مختصر ہے، یہان کا سرکاری مہمانخانہ کچی دیوارون کا ہے، گو وسیع ہے، مگر پرانا بنا ہوا ہے، ہمارے آنے کی اطلاع یہان پہلے سے تھی، لیکن اتفاق سے خانساماں موجود نہ تھا، تھوڑی دیر مین بیچارہ دوڑتا ہانپتا آیا، اور مہمانخانہ کے دروازے کھولے، کمرے متعدد تھے، اور سامان بھی ستھرا تھا، ہر کمرہ مین پردہ دار مسہریان تھین اور مسہریون پر بستر اور کمبل لگے تھے، ہم سب مین سے ہر ایک نے ایک ایک مسہری پر قبضہ کیا،

مہمانخانہ کھلے میدان مین واقع ہے، آس پاس کوئی آبادی نہین، سامنے پہاڑی ہے، اس پر ایک قلعہ ہے جسمین افغانی فوج رہتی ہے، قلعہ سامنے سے معلوم ہوتا ہے، اس سے ذرا ہٹ کر قصبہ کی آبادی ہے، قلات غزنین سے بھی ایک ہزار فیٹ بلند ہے، اور کابل سے دو ہزار فیٹ اونچا، یہ چار بجے شام کا وقت تھا، مگر ہوا اتنی تیز چل رہی تھی، اور ٹھنڈک ایسی تھی کہ ۱۳ر اکتوبر کو عصر کی نماز کے لیے گرم پانی سے وضو کرنا پڑا،

مہمانخانہ سے باہر کھلے میدان مین جو سطح زمین تھی، ریت کی بڑی کثرت نظر آئی جس سے اندازہ ہوتا ہو کہ یہان پانی کا بہاؤ ہے، اسکی دوسری دلیل یہ نظر آئی کہ مختلف رنگ کے پتھرون کے خوشنما اور چکنے ٹکڑے اور کنکریان بڑی کثرت سے ادھر ادھر پڑی نظر آتی تھین، چنانچہ چند چمکدار اور رنگین کنکریان یادگار کے طور پر ہم نے چن کر رکھ لین، اسی طرح

کے سفر عرب میں پورٹ سوڈان کے ساحل پر بھی ہم کو ایسے ہی پتھر ملے تھے، تو ہم نے وہان سے بھی پتھر کے چند چھوٹے ٹکڑے یادگار کے طور پر رکھ لئے تھے،

مغرب کے بعد ہی یہان ٹھنڈک ایسی ہو گئی جو ہمارے یہان دسمبر اور جنوری کے مہینون مین ہوتی ہے، چنانچہ آتشدانون مین آگ جلائی گئی،

ایرانی اور افغانی فارسی

یہان رفقاے سفر مین سے پروفیسر ہادی اور سرور خان گویا مین ایرانی اور افغانی فارسی کی باہمی فضیلت پر ایک دلچسپ گفتگو ہوئی، پروفیسر صاحب ایرانی فارسی کے مداح تھے، اور گویا اپنی مادری افغانی فارسی کے، دیر تک مباحثہ رہا۔ گویا کا دعویٰ تھا کہ فارسی اصل مین ہماری زبان ہے، ہم نے بخارا مین (سامانیون کے عہد مین) اس کو پیدا کیا، اور غزنین مین غزنوی شعراء کے ہاتھون اس کو نشو و نما بخشا، رودکی سے لیکر غضائری، عسجدی، اسدی، دقیقی، فردوسی، عنصری، سلمان اور سنائی وغیرہ ہمارے تھے، اور انھین کی سخنورانہ کوششون کا نام ادبیات فارسی ہے، پروفیسر صاحب متوسطین سعدی، حافظ اور متاخرین کے نام پیش کرتے تھے .

سرور خان گویا نے ایرانیون کی متکلفانہ زبان کا وہ خاکہ اڑایا، کہ ہم لوگ ہنستے ہنستے لوٹ گئے، انھون نے کہا ہم کو اگر آپ کا شکریہ ادا کرنا ہے تو صاف صاف شکریہ اور سپاس ادا کرینگے، ایرانیون کی طرح جھوٹی بناوٹ کے ساتھ بجان شما، او بسر شما اور قربانت شوم نہین کہین گے، ایران اور افغانستان مین فارسی کا جو جدید لٹریچر پیدا ہوا ہے، اسکی نسبت کہا، کہ ہم نے ادبیات جدی اور سنجیدہ لٹریچر پیدا کیا ہے، اور انھون نے صرف تفریحی ادب، آخر مین لہجہ پر گفتگو آئی، ایرانی اس لفظ کو جس کے آخر مین الف نون ہو، واو نون پڑھتے ہین، مثلاً ہمان کو ہمون اور آن کو اون (نون کے اظہار کے ساتھ) سرور خان نے جل کر کہا۔ "آقا درست است، دوکان شما . . . . است و زبان شما زبون" اس پر سب نے قہقہہ لگایا،

قلات کی رات

رات زیادہ آگئی تھی، سب اپنے اپنے بسترون پر آرام کرنے گئے، ہوا بڑی تیزی سے رات بھر چلتی رہی، اگرچہ کھڑکیان شیشون کی تھین اور وہ بھی بند، اور کمرون مین آتشدان جل رہے تھے، اس لئے سردی نہین لگی، لیکن ساتھ کے افغانی سپاہیون کو شاباشی دینی چاہئے کہ وہ اس کڑاکے کی سردی اور ہوا مین باہر چھولداریون مین بہت آرام سے میٹھی نیند سوتے

قلات سے روانگی

آج نومبر کی پہلی تاریخ ہے، صبح سویرے آنکھ کھلی، گرم پانی موجود تھا، وضو کر کے صبح کی نماز ادا کی، ساتھ کے رفیقون نے گرم پانی کی پیالیون کی مدد سے چہرے صاف کئے، تھوڑی دیر مین چائے آئی، ناشتہ کیا، چائے پی، اور آگے بڑھنے کے لئے تیار ہوئے،

روانگی کے وقت یہان بھی فوجی دستہ نے اعزازی سلام کیا، ۸ بجے کے قریب روانگی ہوئی،

قندھار کا راستہ

سردی کا وہی عالم تھا، موٹے موٹے کپڑون مین لپٹے اور اوپر سے اوورکوٹ وغیرہ پہنکر موٹرون مین بیٹھے، موٹر کی کھڑکیان گو بند تھین، مگر ہوا اور سردی کا اثر اس کے اندر تک سرایت کر رہا تھا،

افغانستان کے اس حصہ مین قلات تک اونچائی ہوتی چلی آئی ہے، قلات سے نکل کر نصف راستہ کے بعد اوتار شروع ہو جاتا ہے، اور اسی کے ساتھ ساتھ سردی کم اور گرمی بڑھتی جاتی ہے، یہان تک کہ قندھار پہنچکر پنجاب کے شہرون کے قریب قریب کا موسم آجاتا ہے، ہندوستان مین اخیر جنوری مین جاڑون کے دنون مین دہلی سے بمبئی جائے تو اچھے خاصے گرم کپڑون مین لپٹے ہوے سوار ہو جائے، مگر بھوپال کے بعد سے سردی کا زور کم ہونا شروع ہو گا، منماڈ کے بعد سے کپڑے اترنے شروع ہو جائینگے، یہان تک کہ جب آپ بمبئی پہنچین گے تو بدن پر گرمی کے کپڑے اور ہاتھون مین پنکھے ہونگے، اسی طرح جیسے جیسے ہم قلات سے دور اور قندھار سے نزدیک ہوتے جاتے تھے، جاڑون کے کپڑے اترتے جاتے تھے،

قلات سے قندھار تک کا راستہ اچھا نہین، عموماً راستہ گو ہموار ہے، تاہم کہین کہین چڑھائیان بھی آتی جاتی تھین، راستہ مین ایک بہت بڑا افغانی قلعہ سامنے سے گذرا، راہ مین چشمے بھی جا بجا بہ رہے تھے، دیکھنے مین یہ علاقہ بھی سرسبز و شاداب معلوم ہوتا تھا، بڑی بڑی وادیان کھیتون سے آباد تھین،

اطراف خیبر فتنہ زائیون مین

افغانستان کے پچھلے حوادث پر جب نظر کیجئے تو آپ کو یقین آجائیگا کہ خیبر کے اطراف ہی دراصل اس کے ہر فتنہ کی جڑ ہین، ان اطراف کے قبائل خواہ ہندوستان ہو یا افغانستان جہان موقع ہو وہ لوٹ مار کے لئے آمادہ رہتے ہین اور یہین سے بغاوتین اٹھتی ہین، کبھی آپ نے غزنین اور قندھار کے اطراف مین کسی بغاوت کا قصہ نہین سنا ہوگا، حالانکہ اگر لڑائی آپڑے تو اس مین ادھر کے پٹھان بھی کم نہین، درانی کے ہندوستانی حملون کے سپاہی یہی تھے، ہم نے پشاور

سے کابل تک اور کابل سے قندھار تک افغانستان کے جو علاقے دیکھے، اس سے یقین آگیا، کہ اس اختلاف نتائج کی تہ

مین ان دونون مختلف سمتون کی معاشی کیفیتون کا اختلاف ہے، خیبرستان تمامتر سنگستان اور پتھریلا ہے، زمین قابل

زراعت بہت کم ہے، اس لئے اُدھر کے قبائل اپنے پیٹ کے لئے اس بات پر مجبور ہین کہ فتنے پیدا کرین، بغاوتین اٹھائین

اور لوٹ مار کرکے پیٹ بھرین، برخلاف اس کے کابل سے قندھار تک کا علاقہ بہت سرسبز و شاداب ہے، اور لوگ کھیتی

باڑی اور تجارت کرکے اپنی روزی پیدا کرتے اور مشغول رہتے ہین اس لئے طبعًا امن پسند ہین،

قندھار کی منزلین قلات سے قندھار تک پرانی منزلین حسب ذیل تھین،

۱۔ قلعہ قلات سے تیر انداز تک جو ترنک نام ایک ندی کے کنارہ آباد ہے، اور جہان سے دُرّانی قوم کا مسکن شروع ہوجاتا ہے،

۲۔ قلعہ تیر انداز سے شہر صفا تک، اس شہر کو تیمور شاہ بن احمد شاہ ابدالی کے مدار المہام قاضی فیض اللہ خان

نے آباد کیا تھا،

۳۔ شہر صفا سے کاریز علمدو تک، یہ ایک چشمہ ہے،

۴۔ کاریز علمدو سے شہر قندھار تک،

ان مین سے ہر منزل بارہ، تیرہ، چودہ اور بعض سولہ کوس کی مسافت پر آبادی کی مناسبت سے قائم رکھی گئی

تھی، اب ان مین سے بعض منزلین باقی ہین، اور بعض بدل گئی ہین، مثلًا اب قلات سے پہلی منزل قلعہ جلدگ، دوسری

تیر انداز، تیسری شہر صفا، چوتھی مانجا، پانچوین مومند ہے، مگر تیز رفتار موٹرون نے اب ان منزلون کو منسوخ کردیا ہے

صرف پیدل اور جانورون پر سوار ہوکر چلنے والون کے حق مین ان منازل کا حکم باقی رہ گیا ہے، چنانچہ آپ دیکھین کہ

راستہ کی خرابی کے باوجود قلات سے ۸ بجے چل کر ۱۲ بجے چار گھنٹون مین قندھار پہنچ گئے،

قندھار مین داخلہ سوادِ شہر کے قریب پہنچنے کے ساتھ شہر کے کچھ گنبد اور منارے دکھائی دینے لگے، اور معلوم ہونے

لگا کہ ہم کسی آباد مشرقی شہر مین داخل ہو رہے ہین، یورپ مین جائے تو پہلے اکثر مقامون پر آبادی کی دودکش

چمنیان دکھائی دینگی، شہر سے پہلے ایک بڑا میدان جس کے ایک طرف بنگلہ نما کچھ فوجی عمارتین تھین نظر آیا، یہ میدان

بھی کسی فوجی غرض کے لئے معلوم ہوتا تھا، شاید ہوائی جہازات اور فوج کی چاند ماری کی جگہ ہو، اس کے بعد اصل شہر آیا،

اللہ اللہ! یہ شہر تو افغانستان کے تمام گذشتہ شہرون سے بڑا متمدن، پُر رونق اور کاروباری ہے، کشادہ سڑکین، ترتیب وار

دکانین، مسقف اور گنبد والی عمارتین، منارون اور گنبدون والی مسجدین،

پہلے موٹرین ایک بازار سے گذر کر ایک بڑے گنبد دار چوراہہ پر پہنچین، اس گنبد کے چارون طرف سڑکین

اور ہر سڑک پر بازار تھا، اسکی کیفیت شہر حیدرآباد دکن کے چار مینار کی سمجھئے، بجز اسکے کہ چار مینار کے اندر ہوکر راستے

نہین جاتے، اور اس کے اندر ہوکر سب راستے جاتے ہین، پہلے موٹرون نے اس سڑک سے جانا چاہا جو سرکاری عمارتون

کی طرف جاتی ہے، اور جسکا نام شاہ بازار ہے، غالبًا اسی لئے کہ وہ شاہی عمارتون کیطرف جاتی ہے، مگر معلوم ہوا کہ وہ

سڑک مرمت کے لئے بند ہے، اس لئے دوسری سڑک سے ہوکر شہر کے باہر کی سڑک سے عمارتون کی پشت کی طرف سے

ہم اَرک یعنی قلعۂ شاہی مین پہنچے، اور یہین ایک عالی شان اور وسیع عمارت کی دوسری منزل پر قیام ہوا،

قندھار کا اَرک قندھار کی شاہی قیام گاہ کی یہ عمارت تمام پچھلے شہرون کی عمارتون سے وسیع، بلند، خوشنما، با پیش

اور پر تکلف ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ دار الحکومت تھا، تو یہ ایوان شاہی تھا، شہر کا قلعہ جس مین یہ ارک

واقع ہے بدستور کچی مٹی کا بنا ہوا ہے، مگر اس کا عرض اس قدر ہے کہ دو تین سوار اس پر چل سکتے ہین، جا بجا

گوشون پر برجیان بنی ہین، ایک دو جگہ نالیون مین بارش کے بہاؤ سے دیوارین کچھ کچھ کٹ گئی ہین، دیوارین

اتنی صاف اور چکنی ہین کہ کسی مصالحہ کا دھوکا ہوتا ہے،

اسی اَرک کے اندر تمام سرکاری عمارتین ہین، اور سب کے آخر مین دو منزلہ عمارت ہے جو ہماری قیامگاہ

ہے، اسی پر اس ارک کی عمارت کا خاتمہ ہوتا ہے، اس کے شمالی رخ پر بلند دیوارون کے اوپر دوسری منزل ہے

اس دوسری منزل کے شمالی رخ بڑے بڑے اونچے ستونون پر چھت ہے، اور اس کے اوپر افغانستان کا شاہی

جھنڈا لہرا رہا ہے، یہ رخ اسی شاہ بازار کی طرف ہے، جسکا نام پہلے آیا، ارک کی دیوار کے نیچے اس رخ پہلے ایک وسیع

میدان ہے، جس کو اب باغ عمومی (پبلک گارڈن) بنایا جارہا ہے، داہنے بائین دو باغ لگ رہے ہین، ان دونون

کے بیچ سے چوڑی سڑک نکل کر سیدھی شاہ بازار کی سڑک مین جا کر مل جاتی ہے، پھر دو سڑکین ارک کے نیچے سے دونون بازوؤن
کے پیچھے سے ہلالی شکل مین نکل کر شاہ بازار کی سڑک مین ملائی گئی ہین، اور ان ہلالی سڑکون کے کنارے کنارے اوپر
سے ایک قطار مین مسلسل ہم شکل دوکانین بنائی گئی ہین، جنھین بعض آباد ہین، بعض کی تعمیر نا مکمل ہے،

ارک کے اندر ہماری قیامگاہ کے جنوب رخ گھرا ہوا ایک صحن ہے، جس مین چمن بندی ہے، بیچ مین فوارہ ہے، اور
اس صحن کے دوسری طرف جنوب مین بالمقابل دوسری عمارت ہے، یعنی یہ صحن ان دونون کے بیچ مین ہے، اس
صحن سے ہو کر باہر کا صدر دروازہ یا پھاٹک مغربی رخ کو واقع ہے، پھاٹک سے داخل ہون تو صحن مین آیئے، صحن
کے شمالی اور جنوبی سمتون مین مذکورۂ بالا دو عمارتین ہین، ہماری قیامگاہ شمالی عمارت ہے، ادھر آپ کو زینہ ملیگا،
زینہ پر چڑھیے تو ارک کی اس چھت پر آگئے جہان ہم ٹھہرے ہین، اوپر نیچے اور مضبوط ستونون پر شمال کے رخ شاہ بازار
اور باغ عمومی کی سمت کا کھلا منظر ہے، یہ گویا سائبان ہے، جو ہلالی صورت، یا نصف دائرہ کی شکل مین ہے، سائبان
سے اندر داخل ہو جائیے، پہلے دو درجون کا وسیع ہال ملے گا، پہلے پہلا درجہ آئیگا یہ شاید دربار شاہی کے منتظرین کی
جگہ ہوگی، بالفعل یہ اس عمارت کا ڈائننگ ہال (کھانے کا کمرہ) تھا، یہان کھانے کی میزین بچھی تھین، کمرہ کی پوری
زمین مین ولایتی ساخت کا ایک قالین بچھا تھا، ہال کے دوسرے درجہ مین، جابجا کوچ اور مختلف شکلون مین
عمدہ میزون کے گرد صاف ستھری کرسیان بچھی تھین، اس ہال کے دونون مغربی و مشرقی رخ پر سونے کے متعدد
کمرے تھے، ہر کمرہ سامان فرنیچر اور یورپین ساخت کی لوہے کی کمانی دار اونچی مسہریون سے آراستہ تھا، زمین مین
قالین بچھا تھا، مسہریون پر صاف اجلے پردے لٹک رہے تھے، مشرقی رخ جدھر خاص میرا کمرہ تھا، ایک اور مستطیل
کمرہ تھا، جو ہر طرف پردون سے گھرا ہوا تھا، وہان ایک لمبی سبز بانات کی میز بچھی تھی، اور اس مین لکھنے پڑھنے کا
سامان اور ٹیلیفون تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ خاص الخاص استعمال کے لیے ہے،

بڑے ہال کی دیوارون پر افغانستان اور قندھار کے مختلف سلاطین اور امرار کے فوٹو، دربارون کے
عکس، اور جشنون کے مرقعے آویزان تھے، جنھین امان اللہ خان کے عہد کی تصویرین بھی تھین،

گندھار قندھار بھی دنیا کے پرانے شہرون مین ہے، ہندوؤن کی پرانی کتابون مین اس کو گندھار کہا گیا ہے، اس نام کا
شہر جنوبی ہند مین بھی ہے، قندھار غلزی پٹھانون کا خاص مرکز ہے، اور پشتو زبان بولنے والی قومون کی خاص آبادی یہی ہے

پٹھان اور راجپوت میرا ایک پرانا نظریہ جو اب تک مزید دلائل کا تشنہ ہے، یہ ہے کہ ہندوستان کے راجپوت اور افغانستان
کے پٹھان دونون ایک قوم ہین انہین سے جو ہندوستان آکر ہندوؤن مین شامل ہو گیا، اس نے راجپوت نام پایا، اور جو ادھر رہ گئے
اور بعد کو اسلام سے مشرف ہوئے وہ پٹھان کہے گئے، یہان کے مختلف کوہستانی درون سے سلطان محمود اور
سلطان شہاب الدین کے پرچمون کے نیچے جو حملہ آور ہندوستان آئے وہ ہندوستان کی تاریخ کا نیا واقعہ نہ تھا، بلکہ
انھین پرانی پٹھانی مسلسل آمدون اور فوجی داخلون مین سے ایک داخلہ تھا جو ہمیشہ ہندوستان مین ہوتے رہتے تھے
لیکن چونکہ یہ حملہ آور اب بودھ دھرم کے نہ تھے، بلکہ مسلمان، اور ایک قومی و منظم حکومت کے ماتحت تھے، اس لئے قدیم
سے آئے ہوئے راجپوتون نے ان کو قدم قدم پر روکا،

مورخ مسعودی جس نے سنہ ۳۰۴ھ کے پس و پیش مین اطراف سندھ کا سفر کیا تھا وہ قندھار کے ذکر مین لکھتا ہے،
والقندھار یعرف ببلاد الرھبوط (ص ۳۷۲ جلد اول پیرس) یعنی "قندھار رہبوط (؟) کے ملک کے نام سے معروف
ہے"، مین رہبوط کو رجبوت (راجپوت) سمجھتا ہون، اس نے غالباً سندھ مین قندھار کے پٹھانون کا نام رجبوت "سنا ہوگا"

قندھار سندھ کے خاتمہ پر ہے، دوسری طرف اگر پہاڑ حائل نہ ہون تو بنون (صوبۂ سرحد) اور قندھار مین بہت
کم مسافت رہ جائے اس کے بعد وادی سندھ اور دریائے سندھ سامنے آجاتے ہین، غالباً یہی وجہ ہے کہ قندھار کے حکمرانون
نے سندھ پر بارہا قبضہ کیا ہے،

موجودہ قندھار شہر قندھار گو پرانا شہر ہے، مگر ہماری دلی کی طرح وسیع و فراخ وادی کے گوشون مین مختلف حکمرانون
اور فاتحون کے عہد مین اپنی نئی نئی جگہ بدلتا رہا ہے، گویا یہ وہ گڑے ہین، جو اپنی جگہ قائم بھی ہین، اور حرکت دوری بھی کر رہے
ہین، سب سے اخیر زمانہ مین قدیم قندھار کی بربادی احمد شاہ درانی کے ہاتھون ہوئی جس نے قندھار کے شہر اور قلعہ کو برباد
کرکے نیا شہر آباد کیا، اور اب موجودہ قندھار درحقیقت یہی احمد شاہی قندھار ہے، احمد شاہ اور اس کے جانشینون کا یہ دار الحکومت

رہا، اس زمانہ مین افغانستان کی حکومت مین بلوچستان سندھ صوبہ سرحد، پنجاب کے کچھ اضلاع اور کشمیر داخل تھے، احمد شاہ نے ہندوستان پر جو فوج کشیان کین اور مرہٹون کے خلاف جو فاتحانہ جنگ کی، ان کا مرکز یہی شہر قندھار تھا،

موجودہ شہر قندھار کی تصویر آج بھی وہی ہے جو آج سے سو برس پیشتر تھی، تاریخ احمد شاہ درانی کا مصنف سنہ ۱۲۶۴ھ مین اس کا نقشہ یہ کھینچتا ہے،

"دگر و شہر پادشاہ ممدوح قلعۂ پختہ، و جوئے ہائے آب یزد زیر ہر بازار و دکانہا جاری، و کنار جوہا سایۂ درختان توت، و بازارش چارسو، و در میانش گنبدے بلند بنا ساختہ" (ص ۴۵)

ارک شاہی مین قیام

ارک مین پہنچکر کچھ دیر آرام کرکے مین نے اور بعض دوسرے صاحبون نے غسل سفر کیا، کہ اب ہندوستان کی صرف ایک آخری منزل باقی ہے، یہ تعجب کی بات ہے کہ اتنے بڑے شاہی محل مین بھی مکان کے دو ضروری کمرے (غسلخانہ و بیت الخلاء) اسکی حیثیت سے بہت ادنی اور معمولی، بلکہ تکلیف دہ تھے، بات یہ ہے کہ قدیم تمدن مین غسلخانے رہنے کے مکانون سے الگ حمام کی صورت مین مستقل بنائے جاتے تھے، چنانچہ یہان بھی نیچے حمام الگ موجود تھا، جس مین ٹھنڈا اور گرم پانی الگ الگ اور نہانے کے دوسرے ضروری سامان موجود تھے، بعض صاحبون نے وہان جاکر غسل کیا، لیکن مین نے اسی ارک کے مختصر غسلخانہ مین حمام سے گرم پانی منگواکر غسل کیا، یہان کا موسم ملتان کے موسم کے قریب قریب تھا، نہانے مین بھی لطف آیا، اور کپڑے بھی اب ہندوستان کے موسم والے پہنے،

پشتو تحریک

ہم لوگون کے پہنچنے کے بعد شہر کے کچھ ممتاز اصحاب ملنے آئے جن مین سے قابل ذکر دو صاحب ہین، وزارت خارجیہ افغانستان کے نمایندہ متعینہ قندھار، اور یہان کی انجمن ادبی کے ناظم اور پشتو رسالہ طلوع افغان کے اڈیٹر عبد الحی خان، وزارت خارجیہ کے یہ نمایندہ پہلے ٹرکی کی افغان سفارت مین کسی عہدہ پر رہ چکے ہین، اور اب یہان متعین ہین، عبد الحی خان ہندوستان مین شاید سندھ اور بندر کراچی مین کچھ دنون مقیم رہے ہین، اردو خاصی بولتے ہین، وہ اس تحریک کے کہ افغانون کی قومی زبان پشتو کو ترقی دیکر یہان کی تعلیمی و علمی و سرکاری زبان بنائی جائے، علمبردار ہین، انھون نے آنے کیساتھ ڈاکٹر اقبال سے اسی موضوع پر گفتگو شروع کی، ڈاکٹر صاحب نے جواب مین زبانون کی نشوونما اور ترقی پر اصولی بحث فرمائی، اور اس بات پر

زور دیا کہ زبان ایک قوم کے مختلف افراد کی باہم پیوستگی کا سب سے ضروری اور مؤثر ذریعہ ہے، لیکن اگر اس تحریک سے قوم کے افراد مین اتحاد کے بجائے اختلاف رونما ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ پیوستگی کا پیغام ہونے کی جگہ نزاعات اور اختلافات کا ترانۂ جنگ ہے، جس سے افغان قوم کو موجودہ منزل مین بہت کچھ بچنا ہے،

میرا خیال ہے کہ آجکل تنگ قومیت اور غلط نیشنلزم کا جو بھوت قومون کے سرون پر سوار ہے اس کے اثر سے نوجوان افغانون کے دل و دماغ کا بھی متاثر ہونا ضروری ہے، فارسی گو ایکہزار سال سے اس ملک کی علمی و ادبی و سرکاری زبان ہے، تاہم اس دیس کے عوام کی مادری زبان اب تک پشتو ہی ہے، اسلئے عجب نہین، کہ اس پشتو تحریک کو آیندہ مزید تقویت پہنچے، اور ایک دن وہ افغانی قوم کی سرکاری زبان کا درجہ حاصل کرلے،

گورنر قندھار اور دیگر عہدہ دار

ابھی ہم لوگ جنگجو افغانون کی "زبانی جنگ" مین مصروف تھے کہ قندھار کے گورنر اپنے کشوری (سول) اور لشکری (ملٹری) اسٹاف کیساتھ تشریف لے آئے، وہ ملیریا بخار مین مبتلا تھے، اور بخار کے اترنے کے بعد بھی اسکا ضعف باقی تھا، اور اسی لئے شہر سے کئی میل دور کسی فرحت افزا مقام مین تھے، مگر صرف ہم لوگون سے ملنے کی خاطر انھون نے علالت اور ضعف کے باوجود یہان آنے کی تکلیف گوارا کی، سردار موصوف نے ہم سب سے سلام و مصافحہ کے بعد اسٹاف کے ایک ایک عہدہ دار کا تعارف کرایا، یہان کے بلدیہ (میونسپلٹی) کے صدر بھی اسٹاف کے ساتھ تھے، دیر تک مختلف امور پر باتین ہواکین، آخر چار بجے کے قریب ملنے والے مہمانون نے رخصت چاہی، ہم لوگ بھی ساتھ ہی قندھار کی سیر کے لئے اٹھے،

سردار موصوف نہایت متین، سنجیدہ اور ملنسار معلوم ہوئے، یہ بھی موجودہ حکمران خاندان سے تعلق رکھتے ہین، خیال آتا ہے کہ شاہ نادر خان مرحوم کے بھانجے ہین، ارک کے صدر دروازہ تک ہم لوگ ساتھ چلے، سردار موصوف قریب کے مقامات تک ہمراہ چلنا چاہتے تھے، مگر ان کے ضعف کے سبب سے ان کو رخصت کیا، اور وہ اپنی خوبصورت اور شاندار کار پر سوار ہوکر واپس گئے،

خرقۂ تشریف کی زیارتگاہ اور احمد شاہ درانی کا مقبرہ قریب تھا، اسلئے ہم لوگ پیدل روانہ ہوئے، اور موٹرون کو مقبرہ کے دروازہ پر لیجانے کا حکم دیا گیا،

(باقی)

مغرب کی خوفناک غلطی اور اسکا ازالہ

از جناب چودھری غلام احمد صاحب پرویز، نئی دھلی

یورپ نے مذہب کو تیاگ دیا، اور حقیقت یہ ہے کہ جو مذہب ان کے سامنے پیش کیا گیا تھا وہ تھا بھی اسی قابل کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس سے تبرّی و بیزاری کا اعلان کر دیا جائے، اس لئے کہ ایک ایسی قوم جس کی توسنِ بازو قلزم بادہ پرستی مین ساحل ناآشنا، اور جس کی ذہنی جولانگاہ فضاے سائنس مین حدود فراموش واقع ہوئی ہو، ایسے خدا کو لے کر کیا کرے جس کی "شاہنشاہیت مین مرفہ الحال انسان کے لئے کوئی جگہ نہ ہو" اور جس کی بارگاہِ جبروت و سطوت سے ہر جویاے علم و حقیقت کے لئے فتواے موت صادر ہو جائے، دنیاے عمل مین اس مذہب کی تعلیم انھین آگے ہی نہین بڑھنے دیتی تھی، اس لئے وہ اسے کاربیکاران سمجھکر اس سے کنارہ کش نہو جاتے تو اور کیا کرتے، لیکن چونکہ یورپ کا ذہنی انقلاب نتیجہ ہوتا ہے کسی نہ کسی شدید ردِ عمل کا اس لئے ان کی گاڑی جب کبھی کانٹا بدلتی ہے تو جادۂ اعتدال سے بہت دور جا پڑتی ہے، مذہب سے تبرّی اور علٰحدگی کے وقت بھی ان سے یہ خطرناک غلطی ہوئی کہ بجاے اس کے کہ وہ یہ دیکھتے کہ قصور اس مذہب کا ہے جس کے مخصوص معتقدات کارزارِ حیات مین ان کا ساتھ نہین دے سکتے، وہ نفس مذہب ہی سے بیزار ہو گئے، جسکا فطری نتیجہ یہ کہ ہر چند انھون نے مادیات مین ایسی ترقی کی کہ تاریخ عالم کے صفحات اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہین، اخلاقیات مین وہ ایسے بچھڑے کہ اسکی مثال بھی ڈھونڈے سے نہ ملیگی، اور چونکہ نظام کائنات کا دارومدار ان دونون قوتون کے پردے کار لانے پر ہے، اور یہ قوتین ایک پرند کے دو بازؤن کے مشابہ ہین، (جنھین اخلاقیات یا روحانیت بمنزلہ دائین بازو کے ہے) کہ ان مین سے اگر ایک بھی کمزور ہو جائے (چہ جائیکہ مفلوج) تو طائر فلک آشیان زمین گیر ہو کر رہ جائے، اور حسرت پرواز

زبان حال سے کہہ رہی ہو کہ

صبا شکستہ پرون کی دعائین لیستی جا جھکا دے اور ذرا شاخ آشیانے کی،

لہذا ان مطففین اور معتدین کے عدم توازن کی وجہ سے ان کا معاشرتی نظام کچھ ایسا بے طرح متزلزل ہوا ہے کہ اب سنبھالے نہین سنبھلتا،

ذَالِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللّٰهَ — یہ اس لئے کہ انھون نے اس چیز کی پیروی کی جس نے

وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ — خدا کو ناخوش کر دیا اور انھون نے خدا کی رضاجوئی حاصل

(۴۷ : ۳) — کرنے کو پسند نہ کیا، لہذا ان کے اعمال غارت ہو گئے،

یورپ نے تو یہ ٹھوکر کھائی تھی، لیکن افسوس آتا ہے ان روشنخیال مسلمان حضرات پر جن کے نزدیک یورپ کا ہر قول و فعل وحی ربانی سے بھی بڑھکر واجب العمل ہوتا ہے، ان کی دیکھا دیکھی انھون نے بھی بیباکی سے کہنا شروع کر دیا کہ ہم تو کامل غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہین کہ مسلمانون کی نکبت و افلاس اور ذلت و مسکنت کا واحد سبب الٹا مذہب ہے، جب تک یہ اس حدیث پارینہ کو خیرباد نہین کہتے دنیاے جدید مین ان کا کوئی قدم آگے نہین بڑھ سکتا" حالانکہ انکے کامل غور و خوض، اور مکمل ریسرچ کی حقیقت صرف اس قدر ہوتی ہے کہ گراموفون یورپ مین رکھا ہوتا ہے اور ریکارڈ یہان بجتا ہے،

ع کوئی چمن نہ ملا جس کو وہ بہار ہین یہ

دیکھنا یہ ہے کہ

(۱) مذہب کو چھوڑ کر یورپ کی اخلاقی حالت کیا ہو گئی،

(۲) کیا مذہب (اسلام) مادی ترقی کا مانع ہے، ؟

(۳) اسلامی ترقی اور مذہبی ترقی مین کیا فرق ہے، ؟

مختلف زاویہ ہاے نگاہ سے تہذیب اور اخلاق کے مختلف معانی ہین، لیکن ہمارا مقصد تہذیب سے وہ

نصب العین حیات ہے، جس کے ماتحت کسی قوم کے مخصوص ترکیبی عناصر مثل تمدن و معاشرت، صنائع و حرف، سیاست مدن اور تدابیر منازل متشکل ہوتے ہیں، اور اخلاق سے وہ عالمگیر مفہوم مراد ہے جو ملکات فاضلہ اور عادات جمیلہ کا تصور ذہن نشین کرانے کے لئے مستعمل ہوتا ہے،

ہمارے "نئے اخلاقیین" (جو تزکیۂ نفوس اور اصلاحِ قلوب کیلئے مذہبی اعمال و عقائد کی ضرورت نہیں سمجھتے) انکا اس باب میں عروۃ الوثقیٰ یہی ہے کہ تہذیب اخلاق کے لئے سوسائٹی کے قوانین ہی کافی ہیں، لیکن وہ اس حقیقت پر نظر نہیں رکھتے کہ سوسائٹی کی نظر تو محض اعمال و افعال پر پڑ سکتی ہے جو سوسائٹی کے مشاہدات میں آجائیں لیکن قلب انسانی جو حقیقی سرچشمہ ہے ان اعمال و افعال کا وہ سوسائٹی کی ظاہر بین نگاہوں کی گرفت میں نہیں آسکتا، در حقیقت یہ ہے کہ اعضاء و جوارح کے اعمال نظام کائنات میں اس قدر بے اعتدالی پیدا نہیں کرتے جتنے قلبی رجحانات اور ذہنی تغیرات،

میں اب سمجھا کہ دنیا کچھ نہیں دنیا مرا دل ہے	بدل جانے سے اسکے رنگ ہر اک چیز کا بدلا

مذہب اپنے آپ کو علیم بذات الصدور اور مقلب القلوب کی طرف سے پیش کرتا ہے، وہ اعمال و رسوم سے پہلے نیتوں اور ارادوں پر نظر رکھتا ہے، نیات فاسدہ کے عمل میں آنے سے پیشتر ان کے انسداد کی کوشش کرتا ہے، مذہب اور سوسائٹی کے قوانین اور تدابیر انسداد اعمال رذیلہ میں یہ ایک ایسا بین فرق ہے جو زیادہ دقتِ نظر کا محتاج نہیں، (فیھا بصائر للناس)،

علاوہ ازیں اخلاق جمیلہ محض عادات رذیلہ سے اجتناب کا ہی نام نہیں، بلکہ اس کے بعد اعمال حسنہ کا اکتساب بھی ضروری ہے، سوسائٹی کے مسلمات اپنی جگہ جس درجہ صحیح و موثر ہوں تاہم زیادہ سے زیادہ انسداد افعال شنیعہ ہی اُن کے حیطۂ امکان میں ہوگا، ملکات فاضلہ کی نشوونما اور انہیں بروئے کار لانے کے لئے سوسائٹی کے پاس کونسا حربہ ہے؟ زیادہ سے زیادہ نام کی شہرت، اور ستائش خلق، سو جو عمارت ان بنیادوں پر قائم ہوگی، اسکا استحکام معلوم،

مذہب صرف تقویٰ و پرہیزگاری کی تلقین ہی پر اکتفا نہیں کرتا، بلکہ اس سے آگے عملوا الصلحت کی

لازمی شرط بھی عائد کرتا جاتا ہے، وہ اگر پہلے جذبات خبیثہ کی حدت کو اعتدال پر لانے کے لئے "شراب کافوری" تجویز کرتا ہے، تو اس کے بعد تقویتِ قلب (مومن) کے لئے "شربت زنجبیل" بھی اس کے نسخے میں موجود ہوتا ہے، اور مقصد ان تمام اعمال صالحہ کا شہرت نام نہیں بلکہ ابتغاء مرضات اللہ قرار دیتا ہے، جو تمام فانی مقاصد سے ارفع و اعلیٰ ہے،

سب سے بڑھ کر یہ کہ سوسائٹی نام ہے افراد کے مجموعہ کا، اور افراد کی طبائع کا یہ عالم کہ جب کوئی عادت راسخ ہو جائے تو بلا قصد و ارادہ خود بخود سرزد ہوتی رہتی ہے، اور آہستہ آہستہ اس کی برائی تک محسوس نہیں ہوتی، ایسی برائیاں جب سوسائٹی کی اکثریت میں حلول کر جائیں تو ان کے عیوب نگاہوں میں کھٹکتے ہی نہیں، بلکہ تدریجاً یہی چیز جب فیشن (روش مروجہ) میں داخل ہو جاتی ہے تو اس کے عیوب محاسن میں شمار ہونے لگ جاتے ہیں، جب کسی برائی کی یہ حالت ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اس کی اصلاح انہی افراد کے ہاتھوں کیسے ممکن ہے، غور سے دیکھئے تو یورپ کی تہذیب کا آج یہی نقشہ ہے، جس چیز پر انگلی رکھئے، ہمارے اخلاقیین اسے مغرب کا مخصوص تمدن کہکر بزعم خود اس کی تمام سیأت کو مبدل بہ حسنات کر دیتے ہیں، حالانکہ اصولاً برائی جتنی عام ہوتی جائے اتنی ہی زیادہ خطرناک ہوتی جاتی ہے، چہ جائیکہ عام ہونے کی وجہ سے اسے حسنات کا لائسنس مل جائے، قرآن حکیم نے بعثتِ نبوی (صلعم) کے وقت تہذیب عالم کا جو نقشہ کھینچا ہے اس میں یہی نکتہ ہے کہ ظہر الفساد فی البر والبحر، یعنی خشکی و تری، تمام روئے ارض پر فساد ہی فساد رونما ہو چکا تھا، کوئی چیز اپنی اصلیت پر باقی نہ رہی تھی، اور سوسائٹی میں عیوب عام ہو چکے تھے، بھلا فرمائیے ایسے میں انسانی افراد ان افراد کے مجموعی دماغ اور ان کے وضع کردہ قوانین ان برائیوں کا استیصال کیسے کر سکتے ہیں، اس تو بر تو اندھیرے[1] کے لئے ایک ایسی مشعل ہدایت کی ضرورت ہے جس کی کرنیں سوسائٹی کے تاثرات کے رنگین فانوس سے چھنکر نہ نکلیں بلکہ اس کا مجلیٰ و منور وہ سراجاً منیرا ہو جو انسانی فضاؤں سے بلند و بالاتر ہو،

[1] سورۂ نور (۴۰-۳۹) ان کے اعمال ایک بحر ذخار میں گھٹا ٹوپ اندھیرے کی طرح ہیں جہاں موج پر موج متلاطم ہو اور ان کے اوپر بادل، تو بر تو ظلمات اور اندھیرا . . . . . "

اخلاقِ رذیلہ کی تفصیل یون تو بہت طویل ہے لیکن ان مین کچھ اجزاء مشترکہ ایسے بھی ہین جنھین ہر تہذیب و معاشرت نے ام الخبائث قرار دیا ہے، مثلاً شراب خواری، قمار بازی اور زناکاری، آئیے پہلے انھی تین عنوانون سے اس داستانِ رنگین پر سرسری نگاہ ڈالین اور اس تصویر کا نظارہ اپنی عینک سے نہین بلکہ خود اہل یورپ کی مہیا کردہ آنکھون سے کرین کیونکہ سب سے معتبر شہادت من اھلہا (سورۂ یوسف) ہوا کرتی ہے،

شراب خواری خمخانۂ مغرب کے متوالے اکثر کہا کرتے ہین کہ صاحب یورپ مین

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو

وہان تو صرف ایک آدھ گھونٹ، اوقات معینہ پر محض بطور ٹانک (مقویات[1]) استعمال کیجاتی ہے، لیکن ذرا سنئے کہ رندانِ بلانوش کا خود اس کے متعلق کیا بیان ہے،

ڈاکٹر الفرڈ سالسٹر، جو ایک مشہور ڈاکٹر، ماہر سائنس اور حکومت برطانیہ کی پارلیمنٹ کے ممبر ہین، ۱۴ مئی کو گلاسکو مین تقریر فرماتے ہوئے بتاتے ہین کہ

"شراب پارٹی (لیبر پارٹی) کے اکابر کو برباد کر رہی ہے، شراب پئے ہوئے لیبر ممبر پارلیمنٹ مین ہر رات دیکھے جاسکتے ہین، کچھ ممبر ایسے بھی دیکھنے مین آئے ہین جو اٹھ کر سگرٹ نوشی کے کمرے مین چلے جاتے ہین، اور وہان جاکر اتنی پیتے ہین کہ بدمست ہوجاتے ہین، وزراء سلطنت تک ایسی حالت مین پارلیمنٹ کے اندر آتے ہین کہ کھڑے بھی نہین رہ سکتے"

اس کے بعد ڈاکٹر موصوف نے پریس کے ایک بیان کے دوران مین فرمایا کہ

"مین نام بنام ایک ایک ممبر کو بتا سکتا ہون، بلکہ ایک بار تو مین خود ایک ممبر کو پکڑ کر موٹر تک لے گیا تھا"

[1] ہمارے مغرب زدہ کلکسال کے مجددین ملت، اسی بات سے سند لیکر شراب کے بطور دوائی استعمال کرنے کے جواز کا فتوی صادر فرما دیتے ہین، اور WINCARNESS (جسمین ایک تہائی شراب خالص کی آمیزش ہوتی ہے) تو آجکل بلاتامل پی لیجاتی ہے، اور بڑے بڑے معتبر حلقون سے اس ام الامراض کے مین شفا ہونے کے سارٹیفکٹ عطا ہوتے رہتے ہین، ذالک رجس من عمل الشیطان

انھون نے یہ بھی فرمایا کہ

"مین نے اپنے اسپیچ مین لیبر ممبرون کا ذکر کیا، اس سے یہ مراد نہین کہ قصوروار صرف لیبر ممبر ہی ہین ہم کو غرض اپنی پارٹی سے ہے، دوسری پارٹیون والے خود اپنے افعال کے ذمہ دار ہین"

ان کا بیان ہے کہ

"جتنا خرچ دودھ، روٹی، کرایہ مکانات و دیگر اشیائے ضروری پر ہوتا ہے اس کے مجموعے سے بھی زیادہ شراب پر ہوتا ہے"

اور ایک اور سرکاری بیان کے مطابق تو قریباً ۲ ارب ۷۵¾ کرور روپیہ سالانہ برطانوی قوم صرف شراب پر صرف کرتی ہے،

ملاحظہ فرمایا آپ نے، یہ جہلا کی جماعت کا ذکر نہین، عوام الناس کا تذکرہ نہین، بلکہ خیر سے ان ممتاز اشخاص کا ذکر ہے جو تہذیب و تمدن کے علمبردار، ساری قوم کے بہترین دماغون کا نچوڑ، اور حکومت کے ارباب حل و عقد ہین کہ جنکی کثرتِ آراء سے قومی قسمت کے فیصلے ہوتے ہین، اور جن کے وضع کردہ قوانین سوسائٹی کے قانون کہلاتے ہین،

اور پھر یہ پونے تین ارب روپیہ سالانہ کا خرچ بھی ملاحظہ فرمایا، ان حقیقتون کے سامنے تو مشرق کے افسانے بھی مات ہین، مشرقی شاعر کے شہپر تصور نے اتنی ہی بلند پروازی کی تو یہ کہ

پیون شراب اگر خم بھی دیکھ لون دو چار — یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے،

اور اتنے ہی مین دیوالہ پٹ گیا کہ

صرف بہائے مے ہوئے آلات میکشی — تھے یہ ہی دو حساب سو یون پاک ہوگئے

لیکن مغربی اعداد و شمار کے سامنے تو عمر خیام اور حضرت ریاض کی خمریات بھی پھیکی ہوگئین،

اور سنئے

لندن کے ایک معزز اہل قلم مسٹر ٹیلر کراف نے حال ہی مین ایک کتاب CLOVEN HOOF کے نام سے شائع

کی ہے جس مین اہل لندن کی معاشرتی اور تمدنی زندگی کے اصل خط و خال نمایان کئے ہین، اسمین وہ رقمطراز ہین کہ

"مے نوشی کی رسم اتنی قدیم ہے اور شعر و ادب نے اسے اس قدر رنگین بنا دیا ہے کہ انگریزی قوم مین یہ عیب کوئی عیب ہی نہین رہا، بلکہ لوگ اسے ہنر سمجھنے لگ گئے ہین، اور ایسا جوہر کہ بغیر اس کے گویا مردانگی مین فرق ہے"

دیکھ لیجئے، عیوب کے عام ہونے سے عیب ہنر بنگیا، ڈھونڈھئے اب اس سوسائٹی مین مصلحین کو،

مے نوشی کی اس عمومیت سے ان کی معاشرتی زندگی پر جو جہنم زا اثر ہوا اسکا اندازہ مسٹر میور کے ان الفاظ سے لگ سکتا ہے، جو انھون نے کلکتہ روٹیرین کلب کے ہفتہ وار جلسہ مین اواخر مئی ۱۹۳۳ء مین کہے، ان کا بیان ہے کہ

"واقعات طلاق کی بہت بڑی تعداد کی ذمہ داری شراب نوشی ہی پر ہے، خواہ وہ شراب نوشی افراط کی حد تک بھی نہ پہنچی ہو" (اسٹیٹسمین یکم جون)

ان اقتباسات پر ایک دفعہ اور نظر ڈالئے، دیکھئے کہ یورپ کی ساری فضا کی گود مین میخانے بھر تھرائے ہوئے، دکھائی دیتے ہین یا نہین، جس قوم کے عناصر حیات مین ام الخبائث اس درجہ سرایت کر چکی ہو اس کے اخلاقیات کے متعلق کچھ بھی کہنا تحصیل حاصل ہے،

قمار بازی | قدامت پسند مشرق اپنے عیوب و جرائم مین بھی کوئی جدت پیدا نہین کر سکا، لیکن قربان جائیے مغربی ترقی کے کہ اپنے عیوب مین اس قدر اختراعات سے کام لیا ہے کہ ان کی یکسانی تنوع سے بدل گئی ہے، پانسے اور گولیون سے جوا خلاف قانون اور خلاف تہذیب ہے، وہی جوا جب تاش کے پتون سے کھیلا جائے تو برج BRIDGE نام رکھا جائے اور مہذب سوسائٹی کا بہترین مشغلہ بنے، اس کے علاوہ کار نیوال اور گھوڑ دوڑ، لاٹری اور ڈربی، اور پتہ نہین اور کیا کیا طریقے اس قدر مروج اور عام ہو چکے ہین کہ کھلے بندون، سورج کی شعاعون مین اور بجلی کی روشنی مین قمار بازی کا اندھیر مچ رہا ہے اور کوئی تہذیب، کوئی قانون اسے عیب قرار نہین دیتا،

مسٹر شیلر کرافٹ مذکور اپنی کتاب کے صفحہ ۴۳ پر رقمطراز ہین کہ

"انگریزون کا من حیث القوم جواری ہونا تو ایک ایسی کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ میرے خیال مین اگر قماربازی کو معصیت قرار دیا جائے تو ہر انگریز اس مین اپنی توہین سمجھے اور اسے غصہ آجائے، تمام قومون مین ہم ہی ایسے ہین جنکے ہان بچز آوار گڈ فرائیڈے اور بڑے دن کے گھوڑ دوڑ سال بھر برابر ہر روز ہوتی رہتی ہے، اور اس موقع پر جو بازیان لگتی ہین چاہے وہ کتنی ہی قیود و شرائط کے ساتھ کیون نہ ہون، ہر جگہ سے زیادہ کھل کر لگتی ہین، یہ مشغلہ ہماری قوم کے ہر طبقہ کا جزو زندگی بن گیا ہے۔ . . . . . .

خاص شہر لندن مین کوئی ایک لاکھ افراد تو ضرور ایسے نکلین گے (علاوہ باضابطہ دلالون اور ان کے عملہ والون کے) جنکا ذریعہ معاش ہی یہی ہے" (CLOVEN HOOF)

اسی طرح نربود صدر کلکتہ روٹیرین کلب کے جلسہ مین مسٹر وارن بولٹن نے کہا کہ

"کلکتہ مین جتنے لوگ مے نوشی سے تباہ ہو رہے ہین اس سے بھی بڑھکر گھوڑ دوڑ کے جوئے سے برباد ہو رہے ہین" (اسٹیٹسمین یکم جون)

فرمائیے اب سوسائٹی کا کونسا قانون اس کا سدباب کریگا،

زناکاری | تہذیب حاضر کا یہ باب اس درجہ عریان اور شرمناک ہے کہ معارف کے صفحات کو ان کے ذکر سے ملوث کرنے کو جی ہی نہین چاہتا تھا، لیکن مشکل یہ کہ

بنتی نہین ہے ساغر و مینا کہے بغیر

معارف سے تو مین کسی عفو خواہی کی ضرورت نہین سمجھتا، کیونکہ

ہمہ عالم گواہ عصمتِ اوست

البتہ قارئین کرام کے ذوق سلیم سے ضرور معذرت طلب ہون کہ اس باب کے بعض ٹکڑون سے تو استفراغ ہونے کا احتمال ہے،

حقیقت یہ ہے کہ کثرت مےنوشی سے جذبات پر بہیمیت اس درجہ غالب آجاتی ہے کہ پھر خواہشات کی کامجوئی کے لئے جائز و ناجائز کی تمیز مشکل ہو جاتی ہے، اس پر بلحاظ تناسب عورتوں کی آبادی کی اس قدر اکثریت، پھر آزادیٔ نسوان کی وجہ سے بیوی کی کفالت اس قدر گران کہ ایک بھلے آدمی کی متوسط آمدنی اس کی متحمل ہی نہیں ہوسکتی، ان حالات کے ماتحت تدریجًا وہاں نکاح کی رسم ہی اٹھتی چلی جارہی ہے، ادھر ضبطِ تولید کے آلات و ادوات نے رہا سہا خدشہ بھی مٹا دیا، نتائج ظاہر کہ

رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہون رہزن کو

خاص شہر لندن مین، عام بے عصمتی سے قطع نظر کرکے، ان مخصوص کسبیون کی تعداد، بقول مسٹر ٹیلر کرافٹ مذکور، ۸۰ ہزار ہے جو باضابطہ لائسنس حاصل کرکے علانیہ اور خالصتہً اس پیشے کو کر رہی ہین، جن کے محبوب مشاغل علاوہ عصمت فروشی کے یہ ہین،

"نشیلی دواؤن کا استعمال، شرفا کو دھمکا کر ان سے روپیہ وصول کرنا، مخبری کرنا، ناجائز شراب کی تجارت پر کمیشن وصول کرنا، اور جیب کاٹ لینا، گویا بیسوا ہونا، اور جرائم پیشہ ہونا کچھ اس طرح لازم وملزوم ہوگیا ہے کہ ایک کو دوسرے سے الگ کرنا دشوار ہے" (CLOVEN HOOF)

علاوہ برین عیاشی کے غیر طبعی طریقے بے حد عام اور مروج ہو رہے ہین، جو عورتین عورتون کی طرف میل رکھتی ہین ان کی تعداد مسٹر ٹیلر کرافٹ کے الفاظ مین "خطرناک حد سے زائد" ہے، اسی طرح صاحب موصوف نے اس حقیقت کا بھی انکشاف فرمایا ہے کہ

"یہ تو عرصہ سے معلوم تھا کہ لندن مین خاص انہی اغراض کے پورا کرنے کے لئے مستقل عمارتین موجود ہین لیکن حال مین ایک مقدمہ کے دوران مین اسکا علم ساری پبلک کو ہوگیا" (ص۹۶ - ایضًا)

اس کے بعد مصنف موصوف نے عیاشی کے ایسے مکروہ اور گھناؤنے طریقون کا ذکر کیا ہے جنکا تصور بھی ذوقِ سلیم برداشت نہین کرسکتا، صنفِ نازک کا جذبات پرستی کے لئے انسانون سے گذر کر جانورون تک پہنچنا فحش کاری

کا ایسا واقعہ ہے کہ صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ اولٰئک کالانعام بل ھم اضل

خواہشات کا یہ باب صنفِ نسوان تک ہی بند نہین ہو جاتا بلکہ مردانہ بیحیائی کی تصویرین بھی (جو شہر سدوم کی داستانِ پارینہ بھی جاتی ہین) وہان متحرک نظر آتی ہین، چنانچہ اس کے لئے بھی متعدد کلب اور سوسائٹیان موجود ہین جن کے سرپرست

"اسکولون کے ماسٹر، گرجون کے پادری اور اسکاؤٹ ماسٹر حضرات ہین" (صث - ایضًا)

ان تمام تفصیلات سے مقصد یہ نہین کہ کسی خاص فرقہ، قوم یا ملک کے اخلاقیات کی تصویر کا سیاہ رخ نمایان کرکے ان کے خلاف نفرت کے جذبات ابھار دیئے جائین، بلکہ مقصود صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ جب جذبات سفلی کے حدود و قیود توڑ کر انہین آزادانہ چھوڑ دیا جائے تو پھر "سیلاب نہ پرسد کہ درخانہ کدام است"۔ جذبات بہیمیہ کو ضرور کسی نہ کسی قاعدے اور ضابطے کے ماتحت رکھنا پڑیگا، اور وہ قواعد انسانی دماغ یا تاریخی تجارب کا نتیجہ نہ ہونگے بلکہ اس ہستی مطلق کے مرتب فرمودہ ضوابط ہونگے، جو انسانی سرشت اور اس کے بہاؤ سے خوب واقف ہو،

یہ بھی نہین کہ یہ اخلاق رذیلہ سوسائٹی کے کسی ذلیل طبقہ سے ہی متعلق ہین بلکہ حالت یہ ہے کہ جب فواحش کاری اس حد تک عام ہو جائے، جب زندگی کا مفہوم ہی جذبات پرستی قرار دے دیا جائے، تو آہستہ آہستہ سوسائٹی سے فحش کاری کی برائیون کا احساس اٹھتا چلا جاتا ہے، امریکہ مین بچون کے اخلاق کی نگرانی کی خاطر ایک انجمن قائم ہے اس نے عدالت مین دعویٰ دائر کیا کہ فلان مرد و عورت بلانکاح رہ رہے ہین اور اس کا اثر ان کے چہار سالہ بچے کے اخلاق پر پڑتا ہے، عدالت نے فیصلہ صادر فرما دیا کہ نہین، اس سے بداخلاقی کا کیا خطرہ، وہ تو جب تھا کہ مرد و عورت کسی فضیحے سے رہتے، چنانچہ قانونی نقطۂ خیال سے بھی محض زنا کوئی جرم نہین تاوقتیکہ اس کا شمار ان امور مین نہ ہو، جو تکلیف (پبلک نیوسنس) کا باعث ہوتے ہین اسی طرح محض "تفنن طبع" کے لئے کسی غیر مرد سے آشنائی پیدا کرلینا بھی وہان کوئی جرم نہین، کیمبرج کے ایک دکاندار کی بیوی نے ایک مقامی ڈاکٹر سے راہ و رسم پیدا کرلی، دکاندار نے ڈاکٹر صاحب کے خلاف دعویٰ دائر کردیا اور عدالت عالیہ کے جج مسٹر میکارڈی نے یہ فیصلہ سنا دیا کہ بیوی شوہر کی غلام نہین ہے

اسے بھی اپنی پسند کے مطابق مردون سے دوستی پیدا کرنے کا حق حاصل ہے،

جب خانگی زندگی کی یہ حالت ہوجائے تو عصمت فروش طبقہ کی آزادی کا خود قیاس فرمالیجئے، ابھی کچھ دن ہوئے یہ خبر گشت کر رہی تھی کہ بمبئی کارپوریشن زنانِ بازاری کو شہر سے نکال دینے کی تجویز پر غور کر رہی تھی لیکن حکومت بمبئی نے جواب دیا کہ یورپ کے بڑے بڑے متمدن شہرون نے بھی ایک عصمت فروش طبقہ کی ضرورت محسوس کرلی ہے اور وہان بازارِ حسن شہر کے اندر ہی ہوتا ہے، لہذا اگر بمبئی مین انھین شہر بدر کردیا گیا تو یہ فعل جدید تمدن کے خلاف رجعت پسندی پر [illegible]

جب شہرون کی مہذب آبادی کی یہ حالت ہے کہ زناکاری بھی ضروریاتِ معاشرت مین سے تسلیم کیگئی ہے، تو فوجی زندگی جو اپنے سپاہیانہ پن کے لئے پہلے ہی بدنام ہے، اس کا کیا حال ہوگا، مشتے نمونہ از خروارے سن لیجئے کہ فرانسیسی فوج کا جو حصہ "فرنچ فارن لیجن" کے نام سے نامزد اور اپنے ضبط و نسق کی سختیون کے اعتبار سے ضرب المثل ہے اس کی جو بٹلین فاس مین متعین ہین، ان مین ایک انگریز ٹامس جے میک ہنری نامی پانچ سال تک ملازم رہا ہے، اس نے اپنے مشاہدات حال ہی مین شائع کئے ہین، جنمین وہ لکھتا ہے کہ

"یہ بات بہت کم لوگون کو معلوم ہوگی کہ ہم لیجن والون کو ایک خاص پیشہ کی عورتون کی کوئی کمی نہین؛ چنانچہ فاس (مراکش) مین ایک پورا محلہ ان سے آباد ہے جنمین کوئی تین ہزار عورتین ہونگی، اور ہر نمونہ اور ہر قوم کی، اور چھوٹی سے چھوٹی چوکی پر بھی دو تین ایسی عورتین ضرور رہتی ہین" (نٹال ایڈورٹائزر ۔ ۱۰ جون)

جس کا نتیجہ یہ ہے کہ پبلک ہیلتھ کمشنر کی سالانہ رپورٹ کے مطابق ۲۶ء مین مرض آتشک مین مبتلا ہوکر ہسپتال مین داخل ہونے والے دیسی سپاہیون کی اوسط فی ہزار ۷ء۱۵ اور گورون کی ۶۲ء۱ تھی، (ماڈرن ریویو نومبر ۳۲ء)

ثمرات تمدن یہ تو تھا مختصر سا تذکرہ ان تین عنوانون کے تحت جنھین خالصۃً اخلاق سے تعلق ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اخلاقی حالت کے علاوہ مادی ترقی کی برکات کا ان کی عام معاشرتی زندگی، اور زندگی کے سکون اور امن پر کیا اثر ہوا اگر یہ درست ہے کہ درخت اپنے پھل ہی سے پہچانا جاتا ہے، تو مذہب کو تیاگ کر جو مادی ترقی حاصل کیگئی ہے، اس کے نتائج سے اس کے حسن و قبح کا صحیح صحیح اندازہ ہوسکیگا، سب سے پہلے یہ متعین کرلینا چاہئے کہ انفرادی و اجتماعی، ملکی و ملی تگ و دو

حیات اور جد و جہد زندگی سے مقصد کیا ہے؟ مادی ترقیات کا، خدا کی زمین پر بسنے والون پر جو احسانِ عظیم ہے، وہ کن معنون مین احسان ہوگا؟ ہمدردانِ بنی نوع انسان یعنی مفکرینِ امم اور مصلحینِ ملل نے اپنے پیہم تدبر و تفکر سے جو حیرت انگیز انکشافات کئے ہین، دنیا مین رہنے والون پر ان کا کیا اثر ہونا چاہئے، ظاہر ہے کہ ان تمام سوالات کا ایک ہی جواب اور ان تمام خوابون کی ایک ہی تعبیر ہوسکتی ہے، یعنی یہ کہ انسان کا جو قدم اس دنیا مین اٹھے وہ اس غرض سے اٹھے کہ اس سے بنی نوع انسان کے سکونِ قلب اور جمعیت خاطر مین کچھ اضافہ ہو، دماغ سوچین تو اس لئے کہ مصائب و آلام ارضی و سماوی کا حل کیا ہے، اور ہاتھ اٹھین تو اس غرض سے کہ وہ اس سیلاب بلا کو روکین جو نوع انسانی کے امن و مسرت کو تہ و بالا کرنے کے لیے امڈتے چلے آرہے ہون، ترقیون کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ اس جہان عناصر سے خوشیون کے چشمے ابلنے لگین، مسرتون کے دریا بہہ رہے ہون، سکونِ قلب کی بارشین ہون، طرب و سرور کی ہوائین چلین، سائنس کی کرشمہ زائیان اگر بجلی کے شرارے پیدا کرین تو ظلم و فساد کے خرمن کے جلانے کے لیے اور مشینین اگر آلات حرب جدید اصولون پر تیار کرین تو جور و استبداد کے انسداد کی خاطر، غرضیکہ ذہنی و دماغی قوتین بڑھین تو امن و سکون کی فضا پیدا کرنے کے لئے نہ کہ اس جنت ارضی کو جہنم زار بنانے کی خاطر،

تو کیا موجودہ تمدن نے یہی نتائج پیدا کئے ہین، افسوس کہ واقعات اس کا جواب نفی مین دے رہے ہین،

امریکہ جو آج تہذیب حاضرہ کا علمبردار اور مادی ترقیون مین دنیا کا امام ہے اس کی امن پسندی کی کیفیت یہ ہے کہ

"۳۱ء مین ایک سال کے اندر ۱۲ ہزار قتل ہوئے، ۳۵ ہزار انسان موٹرون وغیرہ کے حوادث سے ہلاک ہوئے اور ۲۰ ہزار انسانون نے خودکشی کی" (ماڈرن ریویو۔ دسمبر ۳۲ء)

جرمنی علم و فضل مین آج اپنی نظیر نہین رکھتا لیکن وہان بھی،

"۱۴ء مین خودکشی کرنے والون کی سالانہ تعداد ۱۴،۷۷۳ تھی، اور یہ تعداد ۳۱-۱۹۳۲ مین ۲۱۰۰۰ تک پہنچ گئی" (رپورٹر۔ ڈیلی اکسپریس لندن ۔ ۲۲ مئی ۱۹۳۳ء)

یعنی جس قدر تہذیب مین ترقی ہوتی چلی جارہی ہے انسان اپنی زندگی سے تنگ آتا جارہا ہے، جنون خود کشی

کے بعد اب جرائم کا نقشہ ملاحظہ فرمائیے،

سر ارنسٹ وریڈ نے برطانیہ کے عدالتی اجلاس کے افتتاح کے موقعہ پر ستمبر ۳۲ء مین فرمایا کہ

"چوری، نقب زنی، رہزنی اور تشدد کی وارداتین عموماً بڑھتی جارہی ہین، اور اس مین شک نہین کہ انگلستان مین آج قانون شکنی اس سے زائد ہے جو دو تین سال قبل تھی"!

اسی طرح امریکہ مین ۲۷ء سے ۳۱ء تک کی تعداد جوڑنے سے معلوم ہوا کہ اس پانچ سال کے عرصہ مین ۱۲۰۶۱ قتل کے واقعات پیش آئے ہین، اور قتل عمد ملک مین ایک فن لطیف کی حیثیت حاصل کرتا جاتا ہے" (نیوز آف ورلڈ -۱۰ اپریل ۳۲ء)

مادی ترقی کا تعلق اخلاقی اصلاح سے نہ سہی، جسمانی صحت اور دماغی قوائے مین تو کچھ اصلاح ہونی چاہئے تھی لیکن وہان تو

نہ بآن بیچارہ می سازی نہ باما ساختی

کا مضمون ہے چنانچہ

"صوبہ متحدہ کے انگریزی علاقہ مین فی لاکھ ۲۳ اشخاص دیوانے نکلے اور دیوانون کی یہ تعداد گذشتہ مردم شماری سے بہت زائد ہے، لیکن اس پر بھی برطانیہ مین دیوانون کی تعداد مین جس سرعت سے اضافہ ہو رہا ہے، اس سے یہ کہین کم ہے، ۱۹۱۱ء کی مردم شماری مین وہان فی لاکھ ۴۴ اشخاص دیوانے تھے اور دیگر یورپی ممالک مین شرح دیوانگی اس سے بھی زائد ہے" (لیڈر ۱۰ اپریل بحوالہ رپورٹ مردم شماری ۱۹۳۱ء)

اب اس دیوانگی کا باعث بھی ایک معتبر انگریز مسٹر ٹرنر کی زبانی سُن لیجئے جو صوبہ متحدہ کی مردم شماری کے مرتب ہین، وہ فرماتے ہین کہ

"یو۔ پی ممالک کے مقابلہ مین اس صوبہ مین دیوانگی کی کمی کا بڑا سبب وہ پرسکون زندگی ہے جو عموماً یہان کے باشندون کو حاصل ہے ...... یہ مشہور و مسلم ہے کہ تمدن کی وسعت کے ساتھ ساتھ دیوانگی بھی بڑھتی رہتی ہے کہ اعصاب پر تمدنی حالات سے طرح طرح کا زور پڑتا ہے" (ایضاً)

یقیناً۔ اور اس کا زندہ ثبوت یہ ہے کہ کسی شہر مین جا کر دیکھ لیجئے کہ اشیاے خوردنی و دیگر ضروریات زندگی کی دکانین اتنی نہ ہونگی جتنی ڈاکٹرون اور دوا فروشون کی، اب ذرا حوادث اتفاقی کا اندازہ فرمائیے،

سر لیوچیوزا فی برطانیہ کے ایک نامور مدبر، ڈیلی ٹیلیگراف مین رقمطراز ہین کہ

"جس چیز کا نام ہم نے حوادث اتفاقی رکھ لیا ہے اس کے ذریعہ سے ہر سال ملک مین ۲۰ ہزار نفوس سڑکون پر ہلاک ہوتے رہتے ہین، اور کم از کم ۲ لاکھ کی تعداد مین زخمی، یہ ہولناک اتلاف جان و اعضا کھلا ہوا نتیجہ ہے سائنس اور انجینیری کی ترقی کا جسپر ہم نے ہر چیز کو قربان کر دینے کا تہیہ کر رکھا ہے، فرض کر لیجئے کہ کسی غنیم سے ہمین جنگ در پیش ہو اور اس مین ہر سال بیس بائیس ہزار آدمی کٹتے اور ۶-۷ لاکھ زخمی ہونے لگین تو ملک مین کیسی ہلچل مچ جائے" (آبزرور ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۲ء)

ممکن ہے یہان یہ اعتراض کر دیا جائے کہ جانون کو بچانے کی ہی اگر فکر ہے تو پھر تو ترقی ہو چکی، پھر تو جین مت والون کی طرح منہ پر کپڑا باندھ کر ننگے پاؤن پھرتے رہنا چاہئے کہ کہین جیو ہتیا نہ ہو جائے، لیکن یہ اعتراض غلط فہمی پر مبنی ہے، جس چیز کی طرف ہم اشارہ کر رہے ہین وہ یہ ہے کہ ترقی کی دھن اور مشینون کی دنیا مین مہذب انسان اس درجہ لاپروا ہو رہا ہے کہ اسے انسانی زندگی کی قیمت کا اندازہ ہی نہین رہا، وہ اگر پروا کرتا ہے تو اپنے آرٹ اور سائنس کی خواہ اس تزئین و تحسین مین انسانی خون کی سرخی کی آمیزش ہی کیون نہ ہو، پچھلے دنون شملہ مین ڈاکٹر رشید الدین خان (سابق راماس خان) ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ نے اپنے ایک لکچر کے دوران مین کیا صحیح فرمایا کہ چند سال پیشتر انگلستان مین یہ سوال ارباب فکر و نظر کے سامنے پیش کیا گیا کہ "فرض کرو کہ ایک کمرہ مین ایک انسانی بچہ اور ایک یونانی سنگ تراش کا ایک نادر روزگار مجسمہ رکھا ہے، کمرہ مین آگ لگ گئی ہے اور ان دو چیزون مین سے صرف ایک ہی چیز بچائی جا سکتی ہے تو آپ کے خیال مین کس چیز کا بچانا ضروری ہے" اس کے جواب مین بڑے بڑے مقتدر دانایان فرنگ کی اکثریت اسی طرف تھی کہ "اس مجسمہ کو ضرور بچا لینا چاہئے، کیونکہ بچے کا کیا ہے، وہ تو ہر روز پیدا ہوتے رہتے ہین" ہمارا مقصد اس ترقی کے خلاف لب کشائی کرنا نہین بلکہ محض اُسی ذہنیت کو منظر عام پر لانا ہے،

(باقی)

اسلامی قانونِ وراثت کی خصوصیات

از

جناب محمد عبدالرزاق خان صاحب بی اے ال ال بی، وکیل ہائی کورٹ ناگپور،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "قوانینِ وراثت کو معلوم کرو اور انھین دوسرون کو بتاؤ کیونکہ وہ مفید علم کا نصف حصہ ہین"! (سراجیہ)

موجودہ زمانہ مین جبکہ سخت پیچیدہ معاشرتی و تمدنی مسائل پیدا ہوگئے ہین اور دنیا تقسیم دولت کے مختلف اصول کی بنا پر دو مخالف و متضاد حصون مین تقسیم ہوگئی ہے، یعنی ایک جانب سرمایہ داری ہے اور دوسری طرف اشتراکیت تو اس وقت مختلف مروجہ قوانینِ وراثت کا مطالعہ دلچسپی نیز فائدہ سے خالی نہین ہوسکتا،

ہم دیکھتے ہین کہ عہدِ حاضر مین مجلسِ انسانی کا نظامِ تمدن زیادہ تر سرمایہ داری پر مقرر ہے، جس کی وجہ سے نہایت ضروری اور خطرناک مسائل پیدا ہوگئے ہین، صرف یہی نہین کہ ہر قوم کی اندرونی حالت مین ایک اضطراب کا رونما نظر آرہا ہے، بلکہ تمام بین الاقوامی حالت بھی نہایت خطرناک طور پر مضطرب و مشتعل معلوم ہوتی ہے، اور ایک عالمگیر تزلزل و تباہی کا اندیشہ ہے، اس تمام خرابی کا سبب صرف دولت ہی کی نہایت غیر مساوی تقسیم ہے، ہم دیکھتے ہین کہ نظامِ سرمایہ داری مین قومی دولت کا غالب حصہ صرف چند افراد کے خزانون مین جمع ہے اور اشتراکی نظام مین ذاتی مال و جائداد کا دستور ہی ممنوع ہے، اور سرمایہ داری منسوخ اور سود ممتنع قرار دیا گیا ہے، درحقیقت موجودہ زمانہ مین ہر چیز کی بہتات کے باوجود قحط کا ایک بے مثل منظر پیشِ نظر ہے، گویا فصلِ بہار مین خزان کا دور دورہ ہے، کروڑون فاقہ کش بیکار آدمی خلافِ وقت پیدا ہوگئے ہین، اور کساد بازاری کی وجہ سے عمدہ خوراک زمین مین دفن کیجارہی ہے، یعنی عصرِ حاضر مین جبکہ دنیا بیکاری و فاقہ کشی کی مصیبت مین مبتلا ہے، سرمایہ دار اپنی دولت مین

اضافہ کرنے کی غرض سے اس کو محفوظ کررہے ہین،

اس وقت ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ قارئینِ کرام کو اسلامی قوانینِ ملکیت و وراثت کی ایک جھلک دکھائین، اسلام مین ذاتی جائداد رکھنے کی اجازت ہے اور اس کو اچھی طرح محفوظ کیا گیا ہے، تمام جائداد ایک امانتِ الٰہی (TRUST FROM GOD) متصور ہوتی ہے، اور مقدس قانون کے مطابق اس کو رکھا جاتا ہے،

اسلامی قانون جہان پورے طور پر ذاتی جائداد رکھنے کی اجازت دیتا ہے، وہان وہ اس کی منصفانہ تقسیم بھی دو طرح کرتا ہے،

اولاً طریقہ زکوٰۃ ہے، جو کہ مساکین کی امداد کے لئے اسلامی محصول ہے، ہر دولتمند مسلم پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنی دولت کا ایک مقررہ حصہ غربا کو دیدے، دراصل لفظ زکوٰۃ بہت ہی معنی خیز ہے، اس کے معنی ہین تراش کے ساتھ کاشت کرنا، اور پودون کو سیدھا اگانا، جب ایک پودہ اپنی بالیدگی کے بار کا متحمل نہین ہوسکتا تو اس کی شاخون کو تراشنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ تندرست اور طاقتور زندگی سے لطف اندوز ہوسکے یہی قاعدہ ہر فرد بشر پر بھی منطبق ہوتا ہے اگر صرف چند افراد کو قومی دولت کا زیادہ حصہ جمع کرنے کی اجازت دے دیجائے تو یہ قومی زندگی کی فلاح و بہبود کے لئے مفید نہین ہوسکتا،

مطالعۂ تاریخ شاہد ہے کہ جب اسلامی ممالک مین باقاعدہ زکوٰۃ وصول کیجاتی تھی اور حسب ضرورت مستحقین مین تقسیم کرنے کے بعد باقی حصہ بیت المال (ایک قسم کا بینک جو تمام فرقہ کی مساعی کا معاون ہوتا تھا) مین جمع کردیا جاتا تھا، تو اہل حاجت کو امداد دینے اور خیرات کو صحیح مصرف مین لانے کا ایک نہایت اعلیٰ و باقاعدہ انتظام تھا، جس سے اسلامی ممالک مین صدیون تک تمام قومی ضرورتین پوری ہوتی رہین ان ممالک مین جہان اب بھی زکوٰۃ باقاعدہ وصول اور تقسیم کیجاتی ہے، یعنی نجد مین تو وہان شاذونادر ہی کوئی مفلس مسلمان نظر آسکتا ہے،

دوسرا طریقہ جس کے ذریعے سے اسلامی شریعت دولت کی مؤثر تقسیم کامیابی کے ساتھ کرتی ہے، وہ قانون وراثت ہے، جیسا کہ ہم کو آیندہ معلوم ہوگا، کہ قانون مشترکہ خاندان کی دوامی ملکیت وغیرہ کو تسلیم نہین کرتا

بلکہ یہ پورے خاندان پر اثر انداز ہوتا ہے اور ہر مرد و عورت اور بچے کی شخصیت کا جائزہ لیتا ہے اور خاندان کے ہر رکن کو ایک انفرادی شخصیت و حیثیت عطا کرتا ہے، اس کے قواعد ان اصول سے مشابہ ہیں، جو بینتھم کے آئیڈیل کوڈ (BENTHAM'S IDEAL CODE) میں بیان کئے گئے ہیں، قانونِ وراثت کو اخلاقی ذمہ داری کے نہایت نمایاں اسباب اور اس فطری تعلق کے مطابق ہونا چاہئے، جو ہر خاندان کے ذاتی نظام میں پایا جاتا ہے، اور وہ اشخاص متوفی کی جائداد کے جائز مستحق ہونے چاہئیں، جنکو وہ اپنی زندگی میں امداد دینے کا ذمہ دار تھا، اسلامی قانون کے رو سے پانچ اشخاص بلا تفریق وارث قرار دیئے جاتے ہیں یعنی (۱) باپ، (۲) ماں (۳) بیٹا (۴) بیٹی (۵) شوہر یا بیوی، پہلے درجہ جو ذوی الفروض کہلاتے ہیں بلحاظ تعداد بارہ ہوتے ہیں ان میں چار مرد ہیں، اور آٹھ عورتیں یعنی (۱) بیوی یا متعدد بیویاں (۲) بیٹی یا بیٹیاں (۳) بیٹے کی بیٹی یا بیٹیاں جو نسلاً خواہ کسی پشت میں ہوں (۴) اخت عینیہ یعنی حقیقی بہن یا بہنیں (۵) اخت علاتیہ یعنی وہ سوتیلی بہن یا بہنیں جو ایک ہی باپ کے صلب سے ہوں (۶) اخت اخیافیہ یعنی وہ سوتیلی بہن یا بہنیں جو ایک ہی ماں کے بطن سے ہوں (۷) ماں اور (۸) حقیقی دادی یا وہ دادی جو نسلاً خواہ کسی پشت میں ہو، ذوی الفروض میں جو چار مرد ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے (۱) باپ (۲) حقیقی دادا (خواہ کسی پشت میں ہو) (۳) اخ اخیافی یعنی سوتیلا بھائی یا چند بھائی (جو ایک ہی ماں کے بطن سے ہوں) اور (۴) شوہر،

اس درجے کے ورثہ یعنی ذوی الفروض کے لئے جو مخصوص حصص مقرر ہیں وہ بلحاظ تعداد چھ ہیں، یعنی ان کے حصوں کی مقدار یہ ہے، $\frac{1}{2}$، $\frac{1}{4}$، $\frac{1}{8}$، $\frac{1}{6}$، $\frac{1}{3}$ اور $\frac{2}{3}$ بعد اس کے عصبہ ہیں جو تین درجوں میں منقسم ہیں،

اول وہ جو ذاتی حق کی بنا پر حصہ پاتے ہیں، یعنی متوفی کی اولاد نرینہ (خواہ نسلاً کسی پشت میں ہو) اس کے آباؤ اجداد (خواہ نسلاً کسی پشت میں ہوں) اس کا حقیقی اور اخت علاتی یعنی سوتیلا بھائی (جو ایک ہی باپ کے صلب سے ہو) اور ان کی اولادِ نرینہ اور سب سے آخر میں وہ اولاد نرینہ جو بلحاظ نسل خواہ کتنی ہی دور کا تعلق رکھتی ہو،

دوم وہ حصے دار جو دوسروں کے حصوں کی وجہ سے حقدار ہوتے ہیں، (وہ چار عورتیں جو اپنے ہم رتبہ مردوں کے حصوں میں سے حصہ پاتی ہیں) یعنی وہ بیٹی جو بیٹے کی ہمعصر ہو، بیٹے کی بیٹی جو بیٹے کے بیٹے کی ہمعصر ہو،

حقیقی بہن جو حقیقی بھائی کی ہمعصر ہو، اخت علاتیہ یعنی سوتیلی بہن (منجانب پدر) جو سوتیلے بھائی (منجانب پدر) کی ہم عصر ہو،

سوم وہ حصے دار جو دوسروں کے ساتھ حصہ پاتے ہیں، (وہ عورتیں جو اپنے ہم رتبہ عورتوں کے حصوں میں حقدار ہوتی ہیں) یعنی وہ حقیقی اور سوتیلی بہن (منجانب پدر) جو بیٹی یا بیٹے کی ہمعصر ہو، بعد ازاں ذوی الارحام حصہ پانے کے مستحق ہوتے ہیں،

اس عجیب و غریب تقسیم کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک مسلم کی متروکہ جائداد چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے، اور ورثہ کی ایک کثیر تعداد اس سے مستفید ہوتی ہے اس طرح ایک شخص کی جائداد تین نسلوں میں عموماً خود بخود قابلِ اطمینان حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے، اور نہ صرف ایک خاندان بلکہ بہت سے خاندانوں کے افراد نیز بہت دور کے رشتہ داروں کو حصہ رسد پہنچتی ہے،

اس طرح ہر خاندان میں یہ عمل کارفرما ہونے کے باعث اس کا اعلیٰ نتیجہ یہ ہے کہ دولت زیادہ سے زیادہ قابلِ لحاظ افراد میں تقسیم ہو جاتی ہے، درانحالیکہ ہر ایک کو ذاتی جائداد رکھنے کا حق حاصل رہتا ہے، در اصل یہ قانون اپنے تمول کے معاملہ میں اس قدر محتاط ہے کہ اگر کوئی شخص تقسیم وراثت کے اصول کو نظر انداز کر کے کسی خاص شخص کو اپنی تمام ملکیت دینا چاہے تو یہ اس کے حق وصیت کو مسلوب کر سکتا ہے، اور اگر کسی ایک وارث کے حق میں وصیت کیجائے تو اسکو ناجائز قرار دیتا ہے، جبتک کہ دوسرے ورثہ رضامند نہ ہوں، اور اگر کسی غیر شخص کے حق میں وصیت کیجائے، تو جب تک وصیت کنندہ کے دوسرے ورثہ رضامند نہ ہوں وہ جائداد کا صرف ایک ثلث پانے کا مستحق ہو سکتا ہے،

قانون جانشینی و وراثت کے انھی دور رس اثرات کی بنا پر جس سے مجلس انسانی عام طور پر متاثر ہوتی ہے، پیغمبر عربی ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ قوانینِ وراثت کو معلوم کرو اور انھیں دوسروں کو بتاؤ کیونکہ وہ مفید علم کا نصف حصہ ہیں،

اب اسلامی قانون کی چند اور خصوصیات ملاحظہ کیجئے،

اس مین بزرگی کا کوئی لحاظ نہین لہذا سب سے بڑے لڑکے کے مقابلہ مین دوسرون کو نظر انداز نہین کیا جاسکتا،
البتہ شیعہ، شافعی اور مالکی حضرات اس قانون پر صرف اس حد تک عمل پیرا ہین کہ متوفی کا قرآن پاک، جبہ، اسلحہ اور گھوڑا
سب سے بڑے لڑکے کا حق سمجھے جاتے ہین،

اس قانون مین جدی، اور خود پیدا کردہ اصلی (ظاہر دموجود) اور ذاتی، منقولہ اور غیر منقولہ جائداد مین کوئی
تمیز و تفریق نہین، کسی جائداد کو مخصوص و محفوظ کر دینے کی بھی اجازت نہین اور حنفی فقہ کے رو سے اس کو وقف بالذات
کر لینے یا مشروط طور پر قبضے مین رکھنے کو بھی جائز نہین قرار دیا جاسکتا، اس مین مشترکہ خاندان اور استمراری ملکیت
کا بھی قاعدہ نہین، یہ قانون رسم و رواج کی بنا پر وراثت مین تغیر و تبدل کو بھی تسلیم نہین کرتا، البتہ ہندوستان مین
عہد انگریزی مین بعض حالات مین بعض رسوم کی بنا پر بعض قومون اور صوبون مین اس قسم کے تغیر کو تسلیم کیا جاتا ہے،
اس مین کسی کو متبنیٰ بنانے کا بھی طریقہ نہین اور متوقع جانشینی و وراثت بھی ناقابل تسلیم ہے، شیعہ حضرات کے سوا
وراثت کی غرض سے اصلی وارث کا قائم مقام اور فرقون کے نزدیک جائز نہین،

متوفی خواہ مرد ہو یا عورت تقسیم وراثت کا قانون دونون کے لئے یکسان ہے، علاوہ ازین مرد یا عورت
کے لئے خود جائداد پیدا کرنے کی کوئی ممانعت نہین، غیر وصیت شدہ جائداد کو منقسم و منتقل کرنے مین بھی موانع و قیود
نہین، ہر شخص کو پورا اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی تمام جائداد یا اس کا کوئی حصہ دوسرے کے نام منتقل کر دے، ایک
ہی درجہ کے ورثہ مین تقسیم جائداد بلحاظ افراد ہوتی ہے نہ کہ خاندانی ورثہ کے مطابق (PER STIRPES) اسطرح
ایک وارث کے تنہا لڑکے کو دوسرون کے حقوق پر کوئی ترجیح نہین دیجاتی یعنی ایک شخص نے پانچ پوتے چھوڑے
مثلاً اس کے ایک لڑکے زید کا ایک بیٹا ہو اور دوسرے لڑکے بکر کے چار لڑکے ہون تو ان پانچون مین سے ہر ایک
کو جائداد کا ⅕ حصہ ملیگا، اور زید کا لڑکا یہ دعویٰ نہین کر سکتا کہ اس کو جائداد کا نصف حصہ ملنا چاہئے، کیونکہ اسکا
باپ زید زندہ ہوتا تو وہ بکر کے ساتھ برابر حصہ پاتا،

اسلامی قانون مین عورتون کے حقوق پر اُن کے شوہرون کو کوئی حق حاصل نہین، حالانکہ انگریزی قانون

کی رو سے ایک عورت شادی کے بعد اپنی قانونی حیثیت کو کھو دیتی ہے، انگلستان مین میریڈ ویمنس پراپرٹی ایکٹ
(THE, MARRIED WOMEN'S PROP-ERTY ACT) کے نفاذ سے پہلے کوئی شادی شدہ عورت جائداد نہین
رکھ سکتی تھی، وہان کا قانون شادی شدہ جوڑے کو ایک شخص سمجھتا ہے، اب بھی ایک انگریزی عورت کو یہ حق حاصل نہین
کہ اگر اس کا شوہر اس کو کوئی ذاتی نقصان پہنچائے مثلاً اس کو مارے یا اس کی ناک یا کان یا ہاتھ کاٹ ڈالے تو وہ
اس نقصان کا دعویٰ نہین کر سکتی، لیکن ایک مسلم خاتون کو اپنے شوہر کے خلاف دعویٰ دائر کرنے کا حق حاصل ہے، اسکی
حیثیت و شخصیت اس کے شوہر کے مقابلہ مین بالکل ممیز و ممتاز ہے، دراصل شادی ہوتے ہی وہ اپنے شوہر کی گویا قرضخواہ
ہو جاتی ہے اور جب تک اس کا مہر ادا نہ کیا جاوے اس کا قرض باقی رہتا ہے[1]،

چونکہ جائداد کو ایک امانت الٰہی (TRUST FROM GOD) خیال کیا جاتا ہے، لہذا قانون کا قدیم
نظریہ یہ تھا کہ مرور ایام کے باعث کسی شخص کا حق ساقط نہین ہو سکتا، یعنی تمادی عارض ہونے یا مخالفانہ قبضہ کرنے کا کوئی
قاعدہ نہ تھا، مگر بعد کے قانون دان حضرات نے زمانۂ خلافت مین ان اصول کو تسلیم کر لیا، جو خلفا نے میعاد مقرر کرنے
کے لئے جاری کئے تھے، اس کا سبب یہ تھا کہ اسلامی ملک کے بادشاہ کو اضافی قانون وضع کرنے کا اختیار حاصل تھا
اور وہ یہ حکم دے سکتا تھا کہ ایک مقررہ میعاد منقضی ہونے کے بعد دائر ہونے والے مقدمات کی سماعت قاضی نہ کرے،

درحقیقت اسلامی اصول قانون مین کوئی ایسی دفعہ نہین جس کے رو سے لاوارث جائداد حکومت وقت
کی ملکیت متصور ہو، ایک ایسے مسلمان کی جائداد جو لاوارث فوت ہو جائے اور اس نے اپنی جائداد کے متعلق کوئی
وصیت بھی نہ کی ہو تو وہ بیت المال کے سپرد ہونی چاہئے، خزانۂ عامرہ (PUBLIC TREASURY)
بیت المال کا صحیح ترجمہ نہین، بیت المال کا دراصل مفہوم خزانے کے تہ خانے نہین بلکہ وہ ایک سرمایہ (فنڈ)
ہے، اور غریب مسلمانون کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے جو کچھ بھی خرچ کیا جاوے وہ اسی سرمایہ سے خرچ

[1] معارف: اور بلکہ جب تک وہ مہر واجب الادا، ادا نہ ہو جائے، قانون وراثت اسلام کے رو سے جائداد کی تقسیم بھی صحیح نہین کہ اولاً متوفی کے دیون ادا ہونگے، پھر ترکہ کی تقسیم عمل مین آئیگی، "ر"

ہونا چاہئے (اغانی صفحہ ۴۲۳) شیعہ قانون جو بیت المال کے قیام کو تسلیم نہین کرتا اس کے رو سے شہر کے غربا لاوارث جائداد کے آخری وارث قرار پاتے ہین، امیر علی کی رائے ہے کہ ہندوستان مین لاوارث جائداد کو حکومت برطانیہ کی جائز ملکیت کبھی تسلیم نہین کیا جاسکتا، حکومت کی جانب سے جو دلائل پیش کئے جاتے ہین وہ شیعہ یا سنی عقائد (متعلق وراثت) کے مطابق مستند نہین اگر حکومت کا دعویٰ تسلیم کیا جاسکتا ہے تو صرف اس صورت مین کہ لاوارث جائداد بطور امانت (IN TRUST) افسرانِ حکومت کی نگرانی مین رہے اور اس سے غربا کی امداد کیجائے،

یہ سوال کہ آیا برطانوی ہند مین ایک مقامی مسلم جماعت مسلمانون کی امداد کے لئے ایسا فنڈ (بیت المال) قائم کرسکتی ہے اور اس کو جاری رکھ سکتی ہے اور یہ کہ آیا کوئی شخص لاوارث اور بغیر وصیت کئے مرجائے تو اسکی جائداد کو اس فنڈ کے حوالہ کیا جاسکتا ہے، اس کا جواب سر رولینڈ ولسن (SIR ROLAND WILSON) نے اثبات مین دیا ہے، یعنی "درحقیقت کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ حکومت برطانیہ کو جس نے مذہبی معاملات مین غیر جانبدار رہنے کا عہد کیا ہے، کیون معقول طور پر اس امر پر آمادہ نہین کیا جاسکتا کہ لاوارث جائداد کو اُن لوگون کے عام فائدے کے لئے جو ایسا عقیدہ رکھتے ہین کام مین لائے اور اس کے لئے کوئی ادارہ قائم کرے[1]،

———※———

[1] معارف: یہ کام ہندوستان مین حکومت برطانیہ کی قائم کردہ اُسی اسلامی مجلس قضاء کے ماتحت انجام پاسکتا ہو جسکے قیام کی تحریک سالہاسال پیشتر معارف نے کی، لیکن ہماری بدقسمتی سے ہمارے بہت سے قومی مسائل کی طرح یہ تحریک بھی، ابھی تک ہمارے باہمی اختلاف وانتشار کے نذر ہے، "ر"

یوذاسف کون ہو؟

بُدھ یا یسوع!

از جناب "ارسطو"

یوذاسف کون ہے؟ یہ علم تاریخ کا کوئی نیا مسئلہ نہین، متعدد علماے مشرق ومغرب نے اس پر خامہ فرسائی کی اور وہ ایک ہی نتیجہ پر پہنچے کہ یہ بدھ ہے، گر سری نگر (کشمیر) مین ایک قبر بنی ہے، جس کی نسبت عوام مین مشہور ہے، کہ یہ یوذاسف کی قبر ہے، احمدی فرقہ کے بانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ

۱- یسوع ناصری کی قبر ہے،

۲- یوذاسف لفظ یسوع کی بگڑی ہوئی شکل ہے،

۳- قبر انیس سو برس کی پرانی بتائی جاتی ہے، اس کی اسلامی محلون مین موجودگی بھی اس امر کی دلیل ہے، کہ یہ کسی ہندو رشی منی کی سمادھ نہین،

انھون نے خاص اس مسئلہ کے متعلق ایک رسالہ رازِ حقیقت لکھا ہے، جس مین قبر کے گرد ونواح کا نقشہ وغیرہ دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے،

لیکن یہ نظریہ بوجوہ غلط ہے،

ہندوستان ایام قدیم سے قصہ کہانیون کی وجہ سے خاص طور پر مشہور رہا ہے، یہان کے لوگ افسانے گڑھنے مین خاص مہارت رکھتے ہین، آج مغرب ومشرق مین جس قدر تماثیل اور افسانے ہین، اگر ان پر غور کیا جائے، اور ان کے ماخذ کی کھوج نکالین، تو معلوم ہوگا کہ ان مین سے اکثر ہندوستان کی پیداوار ہین، منجملہ آن بُدھ کی پیدائش کے افسانے

(جنمین سے اکثر زمانہ قبل مسیح کی تصنیف ہیں) "پنج تنتر" "ہست او پدیش" "قصہ سندباد" "پران" وغیرہ عجیب و غریب کہانیون کا مجموعہ ہین، الف لیلہ مین بھی ہندی اثرات کا سراغ نکالا گیا ہے، لیکن اس سے یہ خیال نہین کرنا چاہئے کہ یہ سب محض تفنن طبع کا سامان تھے، بلکہ ان مین اخلاقیات، مذہب، سیاسیات وغیرہ مباحث پر تمثیلی پیرایہ مین گفتگو ہے، مختلف زمانون مین یہ کتابین تراجم وغیرہ کے واسطہ سے اقطار مغرب مین پہنچین، اور ہندوستان کی شہرت کا باعث ہوئین، ان مین سے جس کتاب نے سب سے زیادہ شہرت حاصل کی، وہ کلیلہ دمنہ ہے، اس کتاب کی اصل سنسکرت آج ناپید ہے، یہ کتاب چھٹی صدی عیسوی مین پہلی بار پہلوی مین ترجمہ ہوئی، اس ترجمہ کا پھر سریانی زبان مین ترجمہ ہوا، پہلوی ہی سے خلیفہ منصور عباسی کے عہد مین عبداللہ ابن المقفع نے عربی مین منتقل کیا، اور اس سے آگے یہ دنیا کی مختلف زبانون مین شایع ہوئی، اس کتاب کا اصل موضوع سیاسیات اور اخلاق ہے،

ہندی حکمت و دانش کی دوسری کتاب "بوذاسف و بلوہر" ہے، جس کی شہرت گو کلیلہ دمنہ سے کم ہے، مگر اسکی اہمیت اور بلندی اس سے کہین بڑھ کر ہے، ابن ندیم نے اس کا ذکر ان ہندی افسانون مین کیا ہے، جو عربی زبان مین ترجمہ ہوئے تھے، اس مین تو کوئی شک نہین کہ بوذاسف سے بدھ مراد ہے، پرانی فارسی مین دال کی جگہ ذال لکھتے تھے، اس لئے بوداسف کی جگہ بوذاسف ہوگیا، آخری حرف سف بقول زخاؤ ستو ہے، بودھی ستو کا بوذاسف ہوگیا، کہ خاص قسم کے واؤ جیسے رومن کی (V) عربی مین ف ہو جاتی ہے، اور بلوہر کی اصل زخاؤ صاحب پر وہیتر سمجھتے ہین، جس کے معنی گورو کے ہین، اس کتاب مین بدھ کی پیدائش، تربیت اور پھر ایک اتفاقی واقعہ سے اس کا دنیا سے بیزار ہونا، اور اس کی خبر سنکر سراندیپ کے ایک جوگی کا سوداگر کے لباس مین اس کے پاس آنا اور تلمیح و اشارہ مین اور حکایتون اور تمثیلون مین شاگرد و استاد کا دنیا کے سربستہ رازون اور کائنات کے لاینحل عقدون پر تشفی بخش بات چیت اور سوال و جواب ہی، یہ کتاب عربی زبان سے مختلف زبانون مین پھیلی، اور مذہبی حلقون مین اسقدر پسند کیگئی، کہ عیسائیون نے اس کو اپنے ایک ولی کی طرف منسوب کر لیا، مسلمانون کے ایک فرقہ نے

اس کے بڑے حصہ کو لے کر اپنے ایک امام کی تصنیف بتایا[1] "اخوان الصفا" جو چوتھی صدی (ہجری) کی ایک نیم مذہبی اور نیم فلسفیانہ کتاب ہے، اور جس کی اس حیثیت سے ایک خاص اہمیت ہے کہ ایک خاص نظام تخیل (اسکول آف تھاٹ) کے طریق پر یہ کتاب چوتھی صدی مین ایک پوشیدہ انجمن نے رازدارانہ طریقہ پر لکھی تھی اور اسلام کے ایک فرقہ کے نزدیک وہ ایک مذہبی صحیفہ کی حیثیت رکھتی ہے، اس کتاب مین بوذاسف و بلوہر کی کتاب کے مختلف ابواب داخل ہین، میری نظر مین وہ کتاب دنیا کی ان چند کتابون مین سے ہے، جن کی تاثیر گنہگارون کے دلون مین بھی گھر کر لیتی ہے، اسمین بعض ایسی موثر مثالین بھی ہین، جو آج مسیح کے کلام مین ہم کو ملتی ہین، اور ہم نہین کہہ سکتے، کہ یہ موتی کس سمندر کی تہ سے پہلے نکلے ہین[1]،

بدھ کے متعلق اور کتابین بھی عربی زبان مین منتقل ہوئین، چنانچہ ایک کتاب البدؔ خاص طور پر مذکور ہے،[2] صفحہ ۳۴۷ پر ابن ندیم لکھتا ہے، کہ بدھ اور بوداسف ایک ہی شخص ہے،

مولٰنا سید سلیمان صاحب ندوی نے فرمایا ہے، کہ اسی کتاب بوذاسف و بلوہر کا ترجمہ عیسائیون مین پھیلا، یہان میرے نزدیک انھین مغالطہ ہوا ہے، اگر ان کی مراد اس یونانی کتاب سے ہے، جو سنٹ جان دمشقی نے لکھی اور جسکا نام "بارلعم ویواسف" یا "بارلعم وجوزافٹ" ہے، تو وہ خود لکھتا ہے، کہ مین نے یہ کہانی ہندوستانی لوگون کی زبان سے سنی، مگر "بارلعم وجوزافٹ" مین جوزافٹ کے ابتدائی حالات بالکل ویسے ہین، جیسے بدھ کی منظوم سوانحعمری "للت وستار" (LALITA VISTARA) مین دیئے ہین، وہ بدھ کی پیدائش پر نجومی کی پیشینگوئی، وہ اس کی بچپن ہی سے سنجیدہ اور سوچ بچار کی عادت، اس کے والد کی فکر غم، وہ اس کی مشہور تین ملاقاتین جب وہ باری باری ایک ضعیف و نزار بوڑھے، ایک بیمار اور ایک لاش سے ملتا ہے، نہ صرف یہ کہ جوزافٹ کے حال مین دی ہین، بلکہ دونون کے نقط بالکل ایک سے ہین، جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ ایک دوسرے کا ترجمہ ہے، رہا یہ سوال کہ کون ترجمہ ہے اور

[1] عرب و ہند کے تعلقات از مولٰنا سید سلیمان ندوی صفحہ ۱۷۰-۱۷۱ [2] الفہرست ابن ندیم جلد اول (فلوگل) صفحہ ۳۰۵،

اور کون اصل، تو اس مین کوئی شک نہین رہتا، جب ہم یہ دیکھتے ہین کہ للت وستار بارلعم وجوزوفٹ سے پہلے کی تصنیف ہے، اس سے بھی بڑھکر للت وستار کی قدامت کا یہ ثبوت ہے، کہ چینی سیاح فاہیان جب پانچوین صدی کے اوائل (۳۹۹ء لغایۃ ۴۱۴ء) مین ہندوستان آیا، تو اس نے کپل وستو مین جو بدھ کی جنم بھومی تھی، ان چار مناروں کو دیکھا، جو بدھ کی ان ملاقاتون کی یادگار مین قائم کئے گئے تھے، سینٹ جان دمشقی اس سے تین صدی بعد ہوا،[۱] غرضکہ بارلعم وجوزافٹ کی داستان سنی سنائی ہے، یا للت وستار سے ماخوذ ہے، شروع سے آخر تک بدھ کی کہانی،

ایک اور ثبوت بھی اس کے بدھ کا حال ہونے کا یہ ہے، کہ بیک وقت جرمنی، فرانس اور انگلستان کے محققین اس نتیجہ پر پہنچے، کہ "بارلعم وجوزافٹ" بدھ کے حالات بیان کررہی ہے، جبکہ دوران تحقیق مین ایک دوسرے کا پتہ نہ تھا، کہ وہ بھی اسی موضوع پر کچھ کام کر رہے ہین،

یہ کتاب ازمنۂ وسطی مین یورپ کی نہایت ہردلعزیز کتابون مین سے تھی، اس کے تراجم مختلف زبانون

۱؎ خاندان عباسی کے دوسرے خلیفہ المنصور (۷۵۳ء لغایت ۷۷۴ء) کے عہد مین حکومت کی طرف سے بغداد مین ایک مستقل دار الترجمہ قائم کیا گیا، اس کی نگرانی مین مختلف زبانون کی بیش قیمت کتابین عربی مین منتقل کیگئین، عبداللہ ابن المقفع نے کلیلہ دمنہ کا پہلوی سے عربی ترجمہ اسی عہد مین کیا، خلیفہ المنصور کے دربار مین ایک عیسائی سرجیوس (SERGIUS) تھا، وہ کئی سال بیت المال مین ملازم رہا، سرجیوس کا ایک لڑکا تھا، جسے اس نے بہترین تعلیم دلائی، اس کا اتالیق خاص ایک طالوی راہب کاسمس (COS MOS) نامی تھا، جسے سرجیوس نے غلامی سے خرید کر آزاد کردیا تھا، اس لڑکے کا عربی نام منصور اور عیسائی نام جان تھا، اپنے مولد کی نسبت سے جان دمشقی کہلاتا ہے، اپنے والد کی وفات کے بعد یہ اس کا جانشین ہوا، ۷۳۰ء کے قریب اس نے بت پرستی کی تائید مین چند رسائل تصنیف کئے، جس کے خلاف اس وقت شہنشاہ لیو (LEO) نے ایک جہاد شروع کر رکھا تھا، آخر جان نے دنیا ترک کردی اور یروشلم کے قریب سینٹ سبا کے راہب خانہ مین مقیم ہوگیا، اور اپنی جائداد غربا و احباب مین تقسیم کردی، اس گوشہ نشینی کے بعد اس نے عیسائیت کے متعلق کئی ایک عالمانہ کتابین لکھین،

مین ہوئے، مشرق مین سریانی، عربی، افریقی (ETHIO PIC) ارمنی، عبرانی اور مغرب مین لاطینی، فرانسیسی، اطالوی، بوہیمی، پوستانی، جرمنی، انگریزی، اسپینی زبانون مین اس کے تراجم ہوئے، ۱۲۰۴ء مین ایک ناروے کے بادشاہ نے اس کا آئس لینڈی زبان مین ترجمہ کیا، اور جزائر فلپائن کی قدیم زبان تگلا (TAGALA) مین ایک عیسائی راہب نے ترجمہ کیا،[۱] آخر اس کا اتنا چرچا ہوا، کہ پاپائے روم اور یونانی کلیسا دونون نے جوزافٹ اور بارلعم کو مذہب عیسوی کے ولیون مین شامل کر لیا، اور دونون جگہ حکم مین لکھا، کہ یہ دونون ولی ہندوستان مین ہوئے ہین، یونانی کلیسا مین ۲۶ راگست کا دن سینٹ جوزافٹ سے مخصوص ہے، اور کلیسائے روما مین، ۲۷ نومبر ہردو بارلعم وجوزافٹ سے منسوب ہے،[۲]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۰) اس نے اسلام کے خلاف بھی چند رسائل لکھے، اور آخر اپنے علم اور زوربیان کی وجہ سے عیسائیت کے مستند علما اور اہل قلم مین شمار ہونے لگا، فصاحت کی وجہ سے اُسے "گوہر باز" کا خطاب دیا گیا، وہ عربی، یونانی، اور غالباً فارسی زبانون کا ماہر تھا، اپنی زندگی کے آخری ایام مین اس نے شام کا سفر کیا، اور بت پرستی کی تائید اور بت شکنی کی مخالفت مین پروپگنڈا کیا، اسی سلسلہ مین وہ اپنی جان کی پرواہ نہ کرتا ہوا قسطنطنیہ بھی گیا، جان عیسائیت کے دونون کلیساؤن کا سینٹ ہے، یونانی کلیسا اس کا تیوہار ۴ دسمبر اور ۲۹ نومبر کو مناتا ہے، اور لاطینی ۶ ۲ مئی کو، اس کا زمانہ وفات ۷۵۲ء کے قریب ہے، اپنی تصنیف "بارلعم وجوزافٹ" مین اس نے دراصل عقائد عیسوی کی تشریح کی ہے، کہانی چند لفظون مین یہ ہے: کہ "ہندوستان کا ایک بادشاہ عیسائیون کا اشد مخالف تھا، اس کا اکلوتا لڑکا تھا، جوتشیون نے پیشین گوئی کی، کہ وہ عیسائیت قبول کریگا، بادشاہ ہر طرح کوشش کرتا ہے، کہ اُسے دنیا کی تکالیف اور مکروہات سے ناواقف رکھے، اور کسی طرح اس کی توجہ عیش و عشرت مین لگ جائے، ایک عیسائی راہب کسی طرح شاہزادہ تک پہنچ جاتا ہے، اور اسے عیسائیت کی تعلیم دیتا ہے، آخر نوجوان شہزادہ کو اصطباغ دیا جاتا ہے، اور وہ ترک دنیا کا عزم کرلیتا ہے، انجام مین وہ اپنے والد اور اسکی کثیر رعایا کو بھی عیسائی بناکر اس راہب کی معیت مین صحرا کو چلا جاتا ہے" انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس ج ۷ از میکس ملر ص ۴۴۴ - ۴۷

۱؎ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۴ ص ۵۵۴ ۲؎ میکس ملر ج ۴ ص ۵۶۴،

بارلیم وجوزافٹ کی تحقیق پر مفصل بحث رہس ڈیوڈز نے کی ہے، رہس ڈیوڈز بدھ مت کے ماہر مستشرقین کی صف اول میں نمایان جگہ کا مالک ہے، وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہین، کہ جوزافٹ بدھ ہے، اور کہ جوزافٹ عربی اور فارسی مین یوذاسف لکھا جاتا ہے،[۱]

مختلف کاتبون نے اس لفظ بوداسف کے املا مین عجیب وغریب جدتین کی ہین، چنانچہ اس کے بعض املا جو نسخون مین ملتے ہین، لواسف، یواسف، برسف، یوذاسف، بوراسف، بوداسف، سوراشف ہین،[۲] بودھی ستوسے بوذاسف اور پھر یوذاسف یہ اس لفظ کی تین ارتقائی صورتین ہین،[۳] بھلا کاتب کے لئے بوذاسف کے نیچے ایک نقطہ اور بڑھا دینا کونسی ایسی مشکل بات تھی،

بدھ مت کسی زمانہ مین افغانستان اور ایران کا مذہب تھا، اور وہان بدھ بوذاسف ہی کے نام سے مشہور تھا، چنانچہ نوبہار (نودہار) جو ایران مین بدھون کا سب سے بڑا اور عالیشان وہار تھا، اس کے دروازے پر لکھا تھا:-

"بوذاسف کا قول ہے کہ بادشاہون کے دروازے تین خصلتون کے محتاج ہین عقل، صبر اور مال"[۴]

رفتہ رفتہ یہی لفظ بوذاسف بگڑ کر یوذاسف زبانون پر چڑھ گیا، اور یوذاسف سے بدھ سمجھا جانے لگا، مولنا سید سلیمان ندوی کی تحقیق نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے، کہ بغداد کے عباسی خاندان کے مشہور وزراء برامکہ بھی اصل مین بدھ مت کے پیرو تھے، ان کا جد امجد اسی نووہار کا پرمک تھا، یہی لفظ پرمک بگڑ کر برمک بنا، جس سے اس خاندان کا نام ہی برمکی ہو گیا،[۵]

---

[۱] BUDDHIST BIRTH STORIES PHYS DAVIDS دیباچہ صفحہ ۳۶ سے آگے،

[۲] الفہرست (فلوگل) جلد دوم صفحہ ۱۰۰، [۳] معارف:- دال کا حرف قدیم ایرانی مین ذال سے لکھا جاتا تھا، اور دھ کے بجائے دال بولا جاتا تھا، اس لئے بودھ، بودا، اور بودا، بوذا ہوا، [۴] مسعودی بحوالہ "عرب وہند کے تعلقات" صفحہ ۱۱۵،

[۵] اس مسئلہ پر مفصل بحث "عرب وہند کے تعلقات" مین موجود ہے،

جناب مرزا صاحب قادیانی نے یسوع کے یوذاسف ہونے کا ایک اور ثبوت دینا چاہا ہے، لکھتے ہین کہ کتاب "اکمال الدین واتمام النعمۃ" مین یسوع کے سفر ہندوستان کے حالات درج ہین، اور وہان یسوع کا نام یوذاسف درج ہے،

مندرجۂ بالا طویل اقتباس مین جہان مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے فرمایا ہے، کہ "مسلمانون کے ایک فرقے نے اس کے بڑے حصہ کو لے کر اپنے ایک امام کی تصنیف بتایا" وہان غالبًا ان کی مراد اسی کتاب "اکمال الدین واتمام النعمۃ" سے ہے، اس کا پورا نام "اکمال الدین واتمام النعمۃ فی اثبات الغیبۃ وکشف الحیرۃ" ہے، اس کے مصنف جناب علامہ ابوجعفر محمد بن یحیٰی ابن الحسین ابن بابویہ (المتوفی ۳۸۱ھ) ہین، اس کتاب مین انھون نے غیبت ورجعت امام منتظر کے مشہور مسئلہ پر بحث کی ہے، پوری کتاب عجیب وغریب افسانون کا مجموعہ ہے، امام محمد بن حسن عسکری کی رجعت کے ثبوت مین مختلف انبیاء علیہم السلام کی غیبت اور رجعت کا بیان کرتے ہوئے مصنف علام ازمنۂ گذشتہ کے ان اشخاص کا ذکر چھیڑ دیتا ہے، جنھون نے حالات سے مجبور ہو کر غیبت اور تقیہ کا دامن پکڑا اور اسی سلسلہ مین وہ یوذاسف کا قصہ شروع کر دیتا ہے، اور اس کے والد کا "ملکا من ملوک الہند" کہکر تعارف کراتا ہے، اس کے بعد وہی حالات ہین، جو کتاب "یوذاسف وبلوہر" مین ہین، نہ معلوم اس سے مرزا صاحب نے یہ استدلال کیسے کیا، کہ اس کتاب مین یوذاسف سے مراد یسوع ہے؛

بدھ کی وفات کے قریبی زمانہ مین ہی بدھ مت کشمیر مین پہنچ چکا تھا، کشمیر موریا خاندان کی وسیع سلطنت مین شامل تھا، اشوک اعظم کے عہد مین بدھ مت نے جس قدر ترقی کی اور خود اس بادشاہ نے لوگون تک بدھ کا پیغام پہنچانے کے لئے جو مساعی صرف کین، وہ تاریخ کے مبتدی سے بھی مخفی نہین، انہی کا نتیجہ تھا، کہ کشمیر بدھ مت کا نہایت زبردست مرکز بنگیا، تا آنکہ سک خاندان کے بادشاہ کنشک کے عہد (پہلی دوسری صدی عیسوی) مین کشمیر کے دار الخلافہ سری نگر مین اس مذہب کے پیروون کی چوتھی کونسل ہوئی، اس کونسل کے فیصلہ جات کو تانبے کے پترون پر کندہ کرا کے زمین مین دفن کر دیا گیا، اور جس طرح مسٹر وی، اے، اسمتھ لکھتے ہین، کیا عجب ہے، کہ کسی دن حسن اتفاق سے زمین اپنا یہ دفینہ اگل دے جس جگہ یہ پترے دفن کئے گئے تھے، وہان بودھی طرز کا ایک استوپ بنایا گیا تھا،

اس کے بعد پھر برہمنی دور آیا، لیکن اس حالت مین بھی بدھ مت والون کا اقتدار کافی تھا، پھر مسلمان آئے، چودھوین صدی مین (۱۳۴۳ء کے قریب) سلطان شمس الدین شاہ مرزا نے کشمیر مین اسلامی حکومت قائم کی، اور کشمیر کی آبادی کا کثیر حصہ اس خاندان کے چھٹے حکمران سلطان سکندر (۱۳۸۶ء تا غایۃ ۱۴۱۰ء) کے عہد مین داخلِ اسلام ہوا، غرضیکہ چودھوین صدی تک کشمیر کی آبادی کی اکثریت بدھ یا برہمنی مذہب کی مقلد تھی، خود افغانستان مدتون بدھ مت کا گہوارہ رہا، وہان کے آثار قدیمہ اس دعوٰی کے مسکت ثبوت ہین، یہ ہم اوپر ثابت کر آئے ہین، کہ افغانستان اور ایران مین بدھ، یوذاسف کے نام سے مشہور رتھا؟ اس لئے جب مسلمان کشمیر مین داخل ہوے، تو انھون نے یہان کے بودھون کو یوذاسف کے پیرو ہی کہا،

اگر قبر انیس سو برس کی پرانی ہے، جو بجاے خود محلِ نظر ہے، تو بہرحال اپنی تعمیر کے وقت تو یہ اسلامی محلون مین نہین ہو سکتی، کیونکہ اس وقت نہ صرف یہ کہ اسلام کشمیر مین نہین تھا، بلکہ ابھی عالم وجود ہی مین نہین آیا تھا، لہذا آج اس کا اسلامی محلون مین ہونا لائق حجت نہین،

رہا یہ سوال کہ پھر یہ"یوذاسف کی قبر" کس کی قبر ہے، تو اس کے متعلق کئی امکانات ہو سکتے ہین،

۱- بدھ کی وفات پر جب راج گرھ مین اس کے جسد خاکی کو سپرد آتش کیا گیا، تو مختلف جگھون کے لوگ اسکی راکھ کو لے گئے تھے، اپنے اپنے ملکون مین انھون نے اس پر یادگاری استوپ قائم کئے، ممکن ہے کہ جہان آج یوذاسف کی قبر ہے، وہان کسی زمانہ مین وہ استوپ رہا ہو، جو حوادثِ زمانہ سے گر گیا، مگر اس کا نشان رہ گیا، اور اسلامی مین اسے"یوذاسف کی قبر" کے نام سے شہرت حاصل ہو گئی،

یا (۲) مین اوپر لکھ چکا ہون، کہ کنشک نے بدھ مت کے پیرون کی چوتھی کونسل کے انعقاد کے بعد اس کے تمام فیصلون کو تانبہ کے پترون پر کندہ کر کے زمین مین دفن کرا دیا، اس جگہ ایک استوپ بنایا گیا تھا، ممکن ہے کہ موجودہ "یوذاسف کی قبر" انہی تاریخی خزائن کا مدفن ہو،

یا (۳) پھر یہ بھی ممکن ہے، کہ اسلامی عہد کے ابتدائی زمانہ مین بدھ مت کا کوئی قابل عزت بزرگ جکی

یا تعمیر افوت ہوا ہو، اس جگہ اس کی سمادھ بنی ہو، مرورِ زمانہ سے صاحب قبر کا نام بھول گیا، مگر مسلمانون نے اس کے مرشد کے نام پر اس جگہ کا نام محض"یوذاسف کی قبر" رکھ دیا ہو،

۴- یہ بھی ممکن ہے، کہ اس جگہ کسی زمانہ مین بدھ دہار رہا ہو، جس کی باقیات مین سے یہ قبر اب رہ گئی ہو، مگر یہ سب ظنیات سے ہین، جنکا فیصلہ کبھی اس نواح مین آثار قدیمہ کی کھدائی ہی سے ہو سکتا ہے، بہرحال ایک بات قطعی طور پر ثابت ہے، کہ یوذاسف بدھ کے سوا اور دوسرا نہین،

کتاب المعتبر لابی البرکات البغدادی

از

مولوی سید ہاشم صاحب ندوی رکن دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن،

رسالہ معارف مئی ۳۴ء کے شذرات مین کتاب المعتبر لابی البرکات کی طباعت کی خبر شائع ہوئی ہے، جسمین اس امر کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ وہ عربی کے بجائے نئے ترکی لاطینی خط مین چھپی ہے،

ہم دلی مسرت سے اہل علم اصحاب کو یہ اطلاع دیتے ہین کہ یہ کتاب اس وقت بحمد اللہ دائرۃ المعارف مین زیر تصحیح ہے اور انشاء اللہ جلد از جلد حلیہ طبع سے آراستہ ہوگی،

یہ کتاب ہمارے مطبوعہ برنامج (لائحۂ عمل) مین درج نہ تھی، لیکن علامہ شرف الدین آفندی پروفیسر دار العلوم آستانہ نے جنکو علوم عقلیہ سے خاص دلچسپی ہے اس کتاب کا ایک نایاب قلمی نسخہ بتوسط مولوی حمید اللہ صاحب ریسرچ اسکالر عثمانیہ یونیورسٹی مجلس دائرۃ المعارف کے پاس روانہ فرمایا اور اس کو جلد طبع اور شائع کرنے کی خواہش ظاہر کی، مجلس نے اس کتاب کی خصوصیت اور اہمیت کا لحاظ کرکے پروفیسر موصوف کی تحریک کو منظور کیا انکی اس علمی اعانت کا بطور خاص شکریہ ادا کیا اور اس کتاب کو اپنے نظام العمل کے دوسرے سال مین شریک کرنے کی اجازت دی، چنانچہ یہ کتاب اس وقت مولوی سید زین العابدین صاحب رکن و مصحح علوم عقلیہ کے زیر تصحیح ہے جو چند ماہ مین لائق طبع ہو سکے گی، یہ کتاب تین حصون پر منقسم ہے، (۱) علوم منطقیہ (۲) علوم طبیعیہ (۳) علوم الٰہیہ مقدمہ مین یہ عبارت درج ہے جو بغرض وضاحت نقل کیجاتی ہے،

الی تصنیف ھذا الکتاب فی العلوم الحکمیۃ الوجودیۃ والطبیعیۃ والالٰھیۃ وسمیتہ بالکتاب المعتبر لانی ضمنتہ ما عرفتہ واعتبرتہ وحققت النظر فیہ و

وتممتہ لا ما نقلتہ عن غیر فہم او فہمتہ وقبلتہ من غیر نظر واعتبار لم اوافق علی ما اعتمدت علیہ فیہ من الآراء والمذاہب کبیر الکبیرۃ وخالفت صغیر اصغرہ بل کان الحق من ذلک ھو الغرض والموافقۃ والمخالفۃ فیہ بالعرض وکان اغلب اجابتی فیہ لکبیر تلامذتی وقد یھم الذی ھو کاتبہ ومستملیہ والذی تصفح تعالیمہ وراجع فی علومہ حتی کمل وانتھی باستملائہ مع تعلیمہ وتحقیقہ وقدمت علی ما ضمنتہ من العلوم الوجودیۃ ذکر العلوم المنطقیۃ التی قیل فیھا انھا قوانین الانظار وعروض الافکار واحتذیت فی ترتیب الاجزاء والمقالات والمسائل والمطلوبات حذو ارسطوطالیس فی کتبہ المنطقیۃ والطبیعیۃ والالٰھیۃ،

مصنف کا ترجمہ طبقات الادبا، ص ۲۷ مین درج ہے، یہ ۵۸۹ھ مین موجود تھے، پہلے یہودی تھے اس کے بعد اسلام لائے خلیفہ مستنجد باللہ کے دربار مین کسی خدمت پر مامور تھے ان کے تصانیف مین کتاب المعتبر کو (اجل کتبہ) لکھا ہے، یہ نسخہ جو دائرۃ المعارف کے پاس قسطنطنیہ سے وصول ہوا ہے نہایت نایاب ہے جزء اول کے آخر مین یہ عبارت درج ہے

فی آخر الجزء الاول۔ عورض بنسخۃ مھذبۃ مقروءۃ علی المصنف وذالک فی شھور سنۃ ست وخمسین وخمسمائۃ. والحمد للہ حق حمدہ کما ھو اھلہ،

اس نسخہ کے علاوہ پروفیسر شرف الدین آفندی نے دو اور قدیم نسخون کا آستانہ کے کتب خانون مین پتہ چلایا ہے، اگر اس امر کی ضرورت محسوس کیگئی کہ اس کتاب کا مقابلہ دوسرے نسخون سے بھی کر لیا جائے تو اس کام مین پروفیسر موصوف سے ہم کو بڑی مدد ملنے کی توقع ہے،

تلخیص و تبصرہ

عقلیت کا نقطہ نظر

عہد حاضر کے تمام فتنون مین عقلیت (RATIONALISM) سب سے زیادہ دلفریب فتنہ ہے، یہ انسانی زندگی کے ہر پہلو مین عقل کا بیش از بیش استعمال چاہتی ہے اور یہی چیز اس کو مقبول بنا رہی ہے، خداوند عالم کی اس نعمت کے افادہ و اہمیت سے کسی کو بھی انکار نہین ہو سکتا، لیکن عقلیت کی تمام موجین مادی حدود سے ٹکرا کر رہ جاتی مین اور جو باتین مادہ کے دائرہ سے باہر ہین عقلیت انھین ناقابل فہم سمجھ کر مسترد کر دیتی ہے، انکار وجود باری تعالیٰ اسی تصور فہم کا نتیجہ ہے، حال مین عقلیت کے نقطۂ نظر پر برطانیہ کے ایک فاضل پروفیسر جولین ہکسلے نے تقریر کی تھی جو لندن کے مشہور "عقلی" رسالہ لٹریری گائڈ (جون ۳۴ء) مین نقل ہوئی ہے، سطور ذیل مین اسکی تلخیص پیش کیجاتی ہے۔

"عقلیت بجائے خود کوئی مذہب نہین ہے بلکہ یہ مذہب اور اس کے متعلقہ مسائل کی نسبت ایک مخصوص زاویۂ نگاہ کا نام ہے، اسکی تعریف یون کیجا سکتی ہے کہ یہ ان مسائل مین سند (AUTHORITY) یا وحی، جذبہ یا عقیدہ کے برخلاف عقل کا بیش از بیش استعمال چاہتی ہے، عقلیت یہ نہین کہتی کہ یہ چیزین فائدہ سے خالی ہین، عقیدہ اور جذبہ بلاشبہہ ضروری چیزین ہین، لیکن عقلی کا قول یہ ہے کہ عقیدہ کو اندھا نہ ہونا چاہئے اور جذبہ فی نفسہ ایک خطرناک رہنما نیز ایک ناقص دلیل ہے، سند کی بھی ایک جگہ ہے، لیکن یہ کبھی قطعی نہین ہو سکتی اور اکثر غلط ثابت ہو چکی ہے، یہ تمام صورتین سلبی ہین، لیکن عقلیت کا ایک ایجابی پہلو بھی ہے، یہ ترقی کے حصول کے لئے عقل انسانی کو سب سے اہم آلہ خیال کرتی ہے، "عقلی" کے نزدیک محض استدلال منطقی کوئی مضبوط شے نہین، استدلال منطقی اسی وقت قابل قبول ہو سکتا ہے جب وہ تجربہ کے واقعات سے قریب ترین تعلق رکھتا ہو، جبتک ضروری

واقعات فراہم نہین ہوتے "عقلی" اپنا فیصلہ معلق رکھتا ہے،

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عقلیت نے ہمیشہ کسی نہ کسی شکل مین انسانی ترقی مین ایک اہم حصہ لیا ہے، سقراط اپنے طریقہ کا ایک بڑا "عقلی" تھا اور عقلیت ہی پر عقیدہ رکھنے کی پاداش مین اسے جان دینی پڑی، قرون وسطیٰ مین عقلیت کے رجحانات کلیسا کے ہاتھون سختی سے دبا دیئے گئے تھے، لیکن "نشاۃ ثانیہ" اور "اصلاح کلیسا" کے بعد وہ پھر ظاہر ہونا شروع ہوئے، اس وقت سے اٹھارہوین صدی کے آخر تک اہل علم اور فلاسفہ مثلاً والٹیر اور ہیوم ممتاز عقلیین تھے، انیسوین صدی کی ابتدا سے سائنس کی ترقی نے عقلیت کے لئے ایک جدید اور مضبوط بنیاد قائم کر دی، اور کلیسا کو پسپا ہو جانا پڑا، ہربرٹ اسپنسر، مل، لیزلی اسٹیفن، بریڈلا اور ہولیوک اس جدید تحریک کے نمایندے ہین، لیکن لفظ عقلیت (رشنلزم) کا استعمال کسی متعین تحریک کے سلسلہ مین ۱۸۹۹ء تک شروع نہین ہوا، اس سال رشنلسٹ پریس ایسوسی ایشن RATIONALIST PRESS ASSOCIATION قائم کیا گیا، اس وقت سے برابر یہ جماعت وہم پرستی، عقلی بددیانتی اور بے قاعدہ مذہبی پابندیون کو دور کرنے کی کوشش کر رہی ہے اور اس قلیل مدت مین اس نے کافی اثر پیدا کر لیا ہے،

"عقلی" کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ مذہبی جذبات، مذہبی عقائد اور مذہبی تنظیمات تجربہ کی چیزین ہین، مذہب کی ان مختلف شکلون کا مطالعہ عقل کی مدد سے کیا جا سکتا ہے اور اس مطالعہ کے بعد بعض موٹے موٹے اصول مستنبط ہو سکتے ہین، ان مین سے پہلا اور سب سے زیادہ واضح اصول یہ ہے کہ مذہبی عقائد و اعمال کا اختلاف تقریباً غیر محدود ہے، عام طور پر لوگ صرف اپنے ہی مذہب کو حق اور تمام دوسرے مذاہب کو باطل خیال کرتے ہین، باطل ہی نہین بلکہ وہ غیر مذاہب کو وہم پرستی سے تعبیر کرتے ہین، بہرحال "عقلی" معروضی طور پر OBJECTIVELY سوچتا ہے، وہ دیکھتا ہے کہ حقیقت مطلقہ یا حقیقت کاملہ پر عقیدہ رکھنا ناممکن ہے، اس کے اس خیال کو مذہب کے دوسرے مستنبط اصول سے تقویت پہنچتی ہے، یعنی مذاہب مین تغیر و ارتقاء ہوتا رہتا ہے، اور اس کلیہ سے وہ مذاہب بھی مستثنیٰ نہین جو وحی پر قائم ہونے کے دعویدار ہین، چنانچہ آج کارون کیتھولک مذہب نشاۃ ثانیہ کے

مذہب سے یا ابتدائے عہد کلیسا کے مذہب سے بالکل مختلف ہے، شیطان اور دوزخ کے متعلق عیسائی عقیدہ مین گذشتہ چند صدیون مین نمایان طور پر انحطاط ہوگیا ہے،

اکثر اشخاص کے نزدیک مذہب سے مراد خدا کا عقیدہ یا خدا کی پرستش ہے، دوسرون کا خیال یہ ہے کہ مذہب حیات بعد الممات کے لئے تیار ہونے کا نام ہے، لیکن "عقلی" اس کی تعریف یون کرے گا کہ مذہب نتیجہ ہے ایک خاص قسم کے ردِ عمل کا جو فطرت انسانی اور ماحول انسانی کے بعض حالات کے درمیان پیش آتا ہے، فطرت انسانی کے عناصر باہم گو بہت مختلف ہو سکتے ہین، اسمین محبت سے لیکر خوف تک اور رفعت و سربلندی سے لے کر تذلیل نفس تک کے جذبات شامل ہین، لیکن یہی عناصر پاکی اور تقدس کی آمیزش کے بعد مذہبی ہو جاتے ہین، ماحول انسانی کے حالات بھی حد درجہ گوناگون ہین، وہ فطرت کے سخت واقعات ہو سکتے ہین، مثلاً زلزلہ اور وبا، پیدایش اور موت، یا وہ ایسے تعلقات ہو سکتے ہین، جو ایک انسان دوسرے انسانون یا سوسائٹی کے ساتھ رکھتا ہے، ماحول کے ان حالات کے سامنے انسان اپنے کو لاچار محسوس کرتا ہے کیونکہ وہ ان پر قابو نہین پا سکتا، یا ان کو سمجھ نہین سکتا،

عقلیت مذہب کی تشریح مین مدد دیتی ہے، اس کا اصول یہ ہے کہ جہان کہین ایک فطری قابل فہم اور معقول توجیہ مل سکے اسے فوق العادت، بدیع الفہم اور نامعقول توجیہ پر ترجیح دینی چاہئے،

مذہب کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان پر مذہبی اثر چار خاص طریقون سے پڑا ہے، پہلا اثر اس پر سحر کاری کے ذریعہ پڑا، سحر کاری کا مفروضہ (HYPOTHESIS) بہت سے قدیم مذاہب مین پایا جاتا ہے، اس مفروضہ کے مطابق بعض اشیاء، مقامات، افعال اور رسوم مین ایک طرح کی مقدس طاقت ہوتی ہے، یہان مذہب کا خاص کام یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ طلسمی رسوم کے ذریعہ اس طلسمی اثر کو قابو مین لائے، مذہبی اثر کی دوسری راہ "مفروضہ الوہیت" (GOD HYPOTHESIS) سے ظاہر ہوتی ہے جو موجودہ مذاہب مین سے اکثرون مین پایا جاتا ہے، اس کے رو سے واقعات و حوادث پر قابو صرف خداؤن یا روحون

کو حاصل ہوتا ہے اور اس صورت مین قربانی، عبادت، نماز، اور عشائے ربانی کے رسوم مذہب کے خاص اعمال ہوتے ہین، تیسرا مفروضہ وہ ہے جس کا تعلق تمامتر انسان کی باطنی کیفیات ہے، اسکی بہترین مثال بدھ مذہب کی خاص شکل ہے، یہ نجات پر زور دیتا ہے اور نجات بھی وہ جو خود اپنی ذات کے اندر سے حاصل ہو، اس کا معتقد سمجھتا ہے کہ آسمان کی بادشاہت ہمارے اندر ہے، چوتھے مفروضہ کا دعویٰ ہے کہ مذہب مین تقدس کا عنصر انسان ہی کا پیدا کردہ ہے اگرچہ بعض اشیاء اور حالات مین دوسری اشیاء اور حالات کی بہ نسبت مذہبی جذبات کو ابھارنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے،

"عقلی" کا خیال ہے کہ پہلے دونون عقیدے باطل ہین، سحر کاری باوجود اس کے کہ اب بھی لوگ کثرت سے اس کے قائل ہین محض ایک وہمی اور خیالی شے ہے جو صرف غیر تربیت یافتہ دماغون مین پائی جاتی ہے، اسی طرح اس کا یہ بھی خیال ہے کہ دیوتا انسانی دماغ کی پیداوار ہین، سائنس کے نقطۂ نظر سے خدا محض ایک مفروضہ ہے اور سائنس مین ایسے مفروضہ کو بھی اکثر ترک کر دینا پڑتا ہے جو کسی وقت مفید ثابت ہو چکا ہو، خدا کا مفروضہ اس وقت تک کارآمد تھا جب تک خارجی فطرت (EXPERNAL NATURE) انسان کی دسترس سے باہر تھی اور طغیانی، وبا، قحط اور اسی نوع کے دوسرے مصائب کا خطرہ ہمیشہ رہا کرتا تھا، آج وبا یا قحط کو دور کرنے کے لیے کسی غیر انسانی اور مستتر طاقت کو منانے کی ضرورت نہین ہے، انسان خود ہی ان چیزون پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہے اور حدود کے اندر کامیاب بھی ہوتا ہے، اسکی کوشش نماز اور قربانی کی بہ نسبت تو ضرور ہی زیادہ کامیاب ثابت ہوتی ہے، وہ جانتا ہے کہ بیماریان مادی اسباب مثلاً جراثیم اور ناقص طریق زندگی سے پیدا ہوتی ہین، اس لئے وہ ان کو خدا کی قدرت کی طرف منسوب نہین کر سکتا، سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ خدا ناگزیر طور پر انسانی معاملات سے دور ہوتا جاتا ہے،

انسانی ماحول کی دو قسمین ہین، خارجی اور داخلی، انسان اس وقت تک جس ماحول سے بہت کچھ واقف ہو چکا ہے اور اس پر بہت کچھ قابو بھی رکھتا ہے وہ اسکا خارجی ماحول ہے، داخلی ماحول پر جو سوسائٹی اور ان

خیالات وجذبات کے نظام پر مشتمل ہے جنہین وہ پرورش پاتا ہے، اس کو بہت کم قابو حاصل ہو سکا ہے، چنانچہ اقتصادی، قانونی، سیاسی اور معاشرتی نظامات ہی جو انسان ہی کے بنائے ہوئے ہین دنیا کی موجودہ مشکلات کی بنیاد ہین، اسی بنا پر عقلی یہ پیشین گوئی کرتا ہے کہ مستقبل قریب مین مذہب کا تعلق معاشرتی احول سے زیادہ قریب ہو جائیگا، واقعہ یہ ہے کہ یہ چیز ایک بڑے پیمانہ پر ایک عرصہ سے ہو بھی رہی ہے، ملک کے روایتی مذاہب سے روسی اشتمالیت اور جرمن نازی تحریک کی آویزش صاف طور پر ظاہر کرتی ہے کہ یہ تحریکین حقیقی معنون مین بجائے خود حریف مذاہب ہین، ہمارے سامنے ایک ایسی جنگ کی ابتدا ہو رہی ہے جو سائنس اور مذہب کے درمیان نہ ہوگی بلکہ خدائی مذہب اور سوشل مذہب کے درمیان ہوگی،

"عقلی" ایک ایسے مذہب کو قائم کرنا چاہتا ہے جو مذہب انسانیت ہو، رواداری اسکا شیوہ ہو، اور اس کا دائرہ تمام دنیا کو محیط ہو، لیکن اس نصب العین کا حصول ابھی ممکن نہین، "عقلی" کو اس امر کے لئے تیار رہنا چاہئے کہ مذہب ابھی ایک طویل مدت تک قومی اور نسلی جذبات سے وابستہ رہیگا، اس سے نارواداری ہوتی رہیگی اور یہ حکومت کو فرد کے اوپر ایک طرح کا خدا بنا کر کھڑا کر دیگا، اسے اس قسم کے رجحانات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے"

"ع ز"

معارف:۔ اس مختصر مقالہ مین عقلیین کے جو نظرئیے پیش کئے گئے ہین، انھین سامنے رکھکر دیکھئے کہ ہمارے ہندوستان کے "عقلیین" جو فخر سے علم عقلیت بلند کئے ہین، ان کا مبلغ علم کچھ اس سے زیادہ ہے؟ وہ انھی خیالات کو مختلف طرزون اور رنگون مین پیش کرتے ہین، حالانکہ یہ وہ فرسودہ عقائد و نظریات ہین جنکے دلائل کی کمزوریان آشکارا ہو چکی ہین، اور وہ ہتھیار ہین جنھین یورپ کے عقلیین کی جماعت بھی کند سمجھ کر علٰحدہ کر چکی ہے، اب وہی علمائے سائنس جو کبھی "خدا کو اپنی سرحد سے نکال چکے تھے" پھر اسے بلا کر اس کے سامنے دوزانو ہو کر سربسجود ہونے کا تہیہ کر رہے ہین، اب پیغامات ربانی، رسالت و وحی کا بھی دبی زبان سے اقرار کرنے لگے ہین، کرۂ ارض کے کبھی تباہ و برباد ہو جانے، پہاڑون کا روئی کے گالون کی طرح اڑ جانے اور مختلف

کرون کے باہم ٹکرا جانے کی پیشین گوئیان کر رہے ہین، اور کھلے الفاظ مین قیامت کا اعتراف سائنس کی زبان سے ہوتا جاتا ہے، ہم ان اعترافات کو وقتاً فوقتاً ان صفحات مین شایع کرتے رہے ہین، لیکن ابھی ہمارے ہندوستان کے "مجددین عقلیین" اسی منزل مین ہین جب سائنس کے لئے ان امور کا انکار کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا، تاہم توقع ہے کہ اگر انھون نے محض عقلی نظریات سازی مین وقت نہین گذارا، اور کچھ لکھنے پڑھنے کے ساتھ غور و فکر کی بھی عادت ڈالی، تو ان کی نظر بھی جدید یورپ کے اس نئے لٹریچر پر پڑیگی، اور رفتہ رفتہ ان کی زبان و قلم سے بھی اعترافات نکلینگے،

"ز"

کائنات کی مقدار

کائنات طبعی کا قطر (۶۰۰۰۰۰۰۰۰) سال نور (Light years) کے برابر ہے، یہ ایک محدود کرہ ہے جو نہایت سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے اور ہر لمحہ زیادہ وسیع اور زیادہ خالی ہوتا جاتا ہے، اس کے خارجی حدود روشنی کی رفتار یعنی تقریباً (۱۸۶۰۰۰) میل فی سکنڈ کی رفتار سے مرکز سے دور ہوتے جاتے ہین،

مندرجۂ بالا تخمینہ حال مین ڈاکٹر ہبل (Dr. Hubble) نے جو رصدخانہ ماؤنٹ ولسن (امریکہ) کے مشہور ہیئت دان ہین نیشنل اکاڈیمی آف سائنسز کے ایک جلسہ مین پیش کیا ہے، یہ تخمینہ ماؤنٹ ولسن کی معکس دوربین کے ذریعہ حاصل ہوا ہے، جو تمام دنیا مین اپنی قسم کی سب سے بڑی دوربین ہے، اور یہ جدید تخمینہ ان تمام تخمینون سے کئی گنا زیادہ ہے جو اس سے قبل کئے جا چکے ہین، نیز اپنی مقدار کے لحاظ سے اس درجہ وسیع کہ محدود دماغون کے لیے اسے پورے طور پر سمجھ لینا قطعاً ناممکن ہے،

مثلاً روشنی کی رفتار تقریباً (۱۸۶۰۰۰) میل فی سکنڈ یا (۶۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰) میل فی سال ہے، یہ ماہتاب کی سطح سے ہم تک تقریباً دو سکنڈ مین پہنچتی ہے، آفتاب سے زمین تک پہنچنے مین اسے صرف آٹھ منٹ لگتے ہین، نظام شمسی کو طے کر کے پلوٹو (Pluto) کے مدار تک چند گھنٹون مین پہنچ جاتی ہے، اور قریب ترین ستارہ سے ہم تک تقریباً چار سال مین پہنچتی ہے، یہ ہمارے عالم کہکشان کے قطر کو قریب (۱۰۰۰۰۰)

سال مین طے کرتی ہے، اور تقریبًا اسی مدت مین سحاب ماجلان (Lesser Magellanic Cloud) سے ہم تک پہونچتی ہے یہ مرأۃ مسلسلہ (Andromeda) کے سحابیہ عظمیٰ سے کرۂ زمین تک (۹۰۰۰۰۰) سال مین پہونچتی سحاب ماجلان اصغر اور سحابیہ عظمیٰ ہمارے عالم کہکشان کے نسبتہً قریبی ہمسایہ ہین، رصد خانہ ماونٹ ولسن کی دوربین سے وہ چیزین بھی دیکھی جاسکتی ہین جو (۳۰۰۰۰۰۰۰۰) سال نور کی دوری پر واقع ہین، ڈاکٹر ہبل کا بیان ہے کہ اس کم سے کم (۱۰۰۰۰۰۰۰) دھندلے ستارے دیکھے جاسکتے ہین اور ان مین کا ہر ستارہ اتنا بڑا ہے جتنا ہمارا عالم کہکشان، یہ فضا مین بظاہر ہر طرف ہموار طور پر پھیلے ہوئے ہین، ان مین سے ہر سحابیہ مین آفتاب سے تقریبًا (۸۰۰۰۰۰۰) گنا زیادہ مادہ ہے،

ڈاکٹر ہبل نے تحقیق کی ہے کہ جو کہکشان کرۂ ارض سے قریب ہین وہ نسبتہً سست رفتاری کیساتھ حرکت کرتے ہین اور جو کرۂ ارض سے دور واقع ہین ان کی رفتار مین اسی نسبت سے ترقی ہوتی جاتی ہے، (۳۰۰۰۰۰۰۰) سال نور کے فاصلہ پر ان کی حرکت تیس ہزار سے چالیس ہزار میل فی سکنڈ یا روشنی کی رفتار کا تقریبًا ایک خمس ہوجاتی ہے،

اسی بنا پر ڈاکٹر ہبل نے کائنات کے قطر کا تخمینہ کیا ہے، نظریۂ آئنسٹائن کے رو سے مادہ کی رفتار روشنی سے زیادہ تیز نہین ہوسکتی، لہٰذا ہماری کائنات کی حد اسی نقطہ پر ہوگی، جہان خارجی کہکشانون کی سرعت رفتار اس سرعت کو پہنچ جائے

ڈاکٹر ہبل کی رائے ہے کہ کائنات اب سے (۳۰۰۰۰۰۰۰) برس پہلے کی بہ نسبت جبکہ روشنی بعید ترین مرئی سحابیات سے کرۂ ارض کی طرف روانہ ہوئی تھی، اس وقت بہت زیادہ بڑی اور بہت زیادہ خالی بھی ہے، کیونکہ اگر کائنات کے پھیلنے کا نظریہ صحیح ہے تو یہ پھیلاؤ برابر جاری ہے، اور روشنی کی رفتار سے برابر جاری رہیگا، دس سکنڈ کے اندر جو اس پیراگراف کے مطالعہ مین صرف ہوئے، کائنات (۱۸۶۰۰۰۰) میل پھیل گئی،

سحابیات کا مجموعہ تخمینًا (۵۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰) ہے اور ستارون کا شمار ان سے (۸۰۰۰۰۰۰) گنا زیادہ ہے، لیکن ستارون کی اس تعداد کے باوجود یہ کائنات اس بہترین خلاء (VACUUM) سے بھی زیادہ خالی ہے جو کسی معمل مین تیار کیا گیا ہو، ستارون اور سحابیات کی درمیانی فضا مین ایک گرام مادہ کا تناسب وہی ہے جو روئے زمین کے حجم اور ایک ذرۂ ریگ کا تناسب ہے،

(لٹریری ڈائجسٹ) "ع ز"

اخبار علمیہ

زلزلہ کی علامتین

زلزلہ کے متعلق حال تک یہ خیال قائم تھا کہ اس سے کوئی مفر ہی نہین کیونکہ فطرت کا یہ قہر بغیر کسی اطلاع کے نازل ہوجاتا ہے، لیکن جدید انکشافات نے اس رائے کی غلطی ظاہر کردی ہے اور یہ دیکھا گیا ہے کہ زلزلہ کی علامتین اسکی آمد سے پیشتر نظر آجاتی ہین، چنانچہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کو صوبہ بہار مین جو زبردست زلزلہ آیا اس کے سلسلہ مین تحقیقات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اس خطہ کی سطح ستر سال سے برابر بلند ہورہی تھی اور اگرچہ یہ ارتفاع فی صد سال صرف چھ فٹ کی رفتار سے تھا تاہم کوہ ہمالیہ کی ہمسایگی نے اسے بہت کچھ خطرناک بنا دیا تھا، ہمالیہ اب بھی محسوس طور پر بڑھتا جارہا ہے، اس کے دامن مین جو میدانی علاقہ ہے وہ بھی اوپر کی طرف کسی قدر کھنچتا جاتا ہے، اسلئے اس زلزلہ کے اسباب مین غالبًا ایک سبب اس خطۂ زمین کا بلند ہوجانا بھی تھا، اسی طرح جاپانیون نے جو اکثر زلزلہ کا شکار ہوتے رہتے ہین اس کی بعض علامتین سائنس کے ذریعہ سے معلوم کرلی ہین اور وہ اس واقفیت سے فائدہ اٹھارہے ہین، انھون نے دریافت کرلیا ہے کہ زلزلہ کی آمد سے قبل زمین مین ایک تناؤ پیدا ہوجاتا ہے، نیز جھٹکہ سے کچھ دیر پہلے زمین ایک طرف کو جھک جاتی ہے، یہ علامتین سائنٹفک آلات سے معلوم ہوجاتی ہین، بڑے بڑے زلزلون کے ساتھ ایک طرح کی برقی روشنی بھی دیکھی گئی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ برق اور زلزلہ مین کوئی قریبی تعلق ہے، لیکن اب تک کوئی ایسا برقی آلہ ایجاد نہین ہوا ہے جو اس تعلق کو محسوس کرکے آنے والے زلزلہ سے متنبہ کرسکے، اس مقصد کے لئے جو چیز سب سے زیادہ مفید ثابت ہوئی ہے وہ ایک بدشکل مچھلی ہے جسے "گربہ ماہی" (Cat fish) کہتے ہین، یہ مچھلی زلزلہ کی آمد کی اطلاع دیدیتی ہے، ممکن ہے کہ بعض دوسرے جانورون کو بھی پیشتر اطلاع ہوجاتی ہو

چنانچہ حال مین کیلیفورنیا (امریکہ) مین ایک زلزلے سے پہلے دیکھا گیا کہ جھٹکہ شروع ہونے سے نصف گھنٹہ قبل ایک خاص قسم کی چڑیان اپنے گھونسلے چھوڑ چھوڑ کر درختون سے اڑ گئین، لیکن چڑیون کے ذریعہ زلزلہ کے متعلق کوئی اطلاع فراہم کرنا آسان نہین ہے، "گربا ہی" اہل جاپان کی دریافت کردہ ہے، اس مچھلی سے زلزلہ کی خبر معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے ایک ٹنکی مین رکھتے ہین اور ہر چھ گھنٹہ مین ایک بار اس میز کو تھپتھپاتے ہین جس پر وہ ٹنکی رکھی ہوتی ہے، اگر زلزلہ آنے والا نہین ہوتا تو مچھلی کے طرز عمل مین کوئی فرق نہین دیکھا جاتا لیکن اگر میز کو تھپتھپاتے ہی مچھلی فوراً پانی مین غوطہ لگائے تو سمجھ لینا چاہئے کہ چھ گھنٹے کے اندر ہی زلزلہ آنے والا ہے، تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ اس مچھلی کی یہ اطلاع اسی فی صدی صحیح ثابت ہوئی ہے، یہ مچھلی غیر معمولی طور پر بعض برقی حالات کا احساس رکھتی ہے اگر زمین کی برقی رو اور اس مچھلی کے درمیان کوئی حاجز ([illegible]) پیدا کر دیا جائے تو اسے آنے والے زلزلہ کی خواہ وہ کتنا ہی قریب کیون نہ ہو اطلاع نہین ہو سکتی، مچھلی اور زمین کے درمیان برقی تعلق کا قائم رہنا ضروری ہے، امید کیجاتی ہے کہ ایک نہ ایک روز کوئی ایسا برقی آلہ ایجاد ہو جائیگا جو اس مچھلی کی طرح آنے والے زلزلہ کا پتہ دے دیا کرے گا،

دنیا کی سب سے کم عمر یونیورسٹی

فلسطین مین یہود نے جو یونیورسٹی قائم کی ہے اس کی عمر صرف نو سال ہے، اس کے اکثر اساتذہ وہ یہودی پروفیسر ہین جنکو نازی استبداد نے حال مین جرمنی سے جلا وطن کر دیا ہے، اس کے چانسلر نیویارک کے سب سے زیادہ دولتمند یہودی کلیسا کے سابق ربی ڈاکٹر جوڈا ماگنیس (Dr. Judah Magnes) ہین جو ۱۹۲۵ء مین ایک عہدہ پر مقرر ہوئے تھے، اس یونیورسٹی کا افتتاح اب سے نو سال قبل لارڈ بالفور نے اس وعدہ کے مطابق کیا تھا جو انھون نے جنگ عظیم کے دوران مین یہود سے کیا تھا، اسکی تقریب افتتاح مین دنیا کی تقریباً ہر مذہب، حکومت اور ساٹھ سے زائد علمی ادارون کے نمایندے شریک تھے، اس جامعہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ مشرق ادنی مین پہلا ریڈیم انسٹی ٹیوٹ یہین قائم ہوا ہے، اس مین ایک مدرسہ طبیہ بھی ہے، گذشتہ سال اس کے

ایک فاضل طبیب ڈاکٹر سال ایڈلر (Saul adler) نے کالاآزار اور ایک دوسرے بخار کی تحقیق کے سلسلہ مین انگلستان کی رائل سوسائٹی کا سب سے بڑا انعام چامرس مڈل (Chalmers Medal) حاصل کیا ہے،

طب کا حیرت انگیز تجربہ

کیلیفورنیا یونیورسٹی (امریکہ) کے ایک نوجوان ڈاکٹر رابرٹ کارنش (Robert Cornish) جن کی عمر صرف اٹھائیس سال ہے، مردہ کو زندہ کرنے کا تجربہ کر رہے ہین، انھون نے یہ تجربہ پہلے کتون پر شروع کیا ہے، کتون کو نائٹروجن کے ذریعہ دم گھونٹ کر مار ڈالتے ہین، اور پھر قلب کی حرکت کے بند ہوجانے کے بعد ان مین دوبارہ زندگی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہین، اول اول اس تجربہ مین کامیابی نہ ہوئی، لیکن چوتھا کتا چار منٹ تک مردہ رہنے کے بعد ڈاکٹر موصوف کی تدبیرون سے از سر نو زندگی کے آثار ظاہر کرنے لگا، یہ تدبیرین مصنوعی تنفس اور ایک خاص قسم کے انجکشن کے ذریعہ جو ڈاکٹر کارنش کا ایجاد کردہ ہے، عمل مین لائی جاتی ہین، چھٹے روز کتے نے آنکھین کھولدین اور ہفتہ ختم ہونے پر اس قابل ہوگیا کہ نرم غذا کھا سکے، اطبا کا خیال ہے کہ یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوگیا تو ہزارہا انسانی جانین جو ہر سال پانی مین غرق ہو کر یا دم گھٹنے کی وجہ سے یا بجلی کے صدمہ سے ہلاک ہوجاتی ہین بچائی جا سکتی ہین،

دنیا کی سب سے بڑی دوربین

کیلیفورنیا کے ایک رصد خانہ کے لئے ایک دوربین بنائی جا رہی ہے جس کے متعلق دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ دنیا کی سب سے بڑی دوربین ہوگی، اس کے مصارف کا تخمینہ جس مین رصد خانہ اور معمل کی عمارت کے مصارف بھی شامل ہین، ساٹھ لاکھ ڈالر ہے، رسالہ پوپولر سائنس (Popular Science) کی روایت کے مطابق یہ دوربین موجودہ دوربینون مین سے سب سے بڑی دوربین سے بھی دس گنا زیادہ طاقتور ہوگی اور مصارف کے اعتبار سے ابتک جتنے سائنٹفک آلات بنائے گئے ہین ان سب سے زیادہ قیمتی ہوگی، توقع کیجاتی ہے کہ اب تک جس قدر فضا کا مشاہدہ کیا جا چکا ہے اس دوربین سے اس سے تیس گنا زیادہ مقدار مین مشاہدہ کیا جا سکے گا، کروڑون نئے ستارے ظاہر ہون گے، اور بعض ایسے مسائل حل ہو جائین گے جو صدیون سے

ہیئت دانون کی حیرانی کا باعث ہین، اس کے قرص کا قطر دو سو انچ ہے، اس کا شیشہ تقریباً تیس انچ دبیز اور تقریباً بیس ٹن وزنی ہے،

مشتری مین داغ

امریکہ کے ایک ہیئت دان پروفیسر نساؤ (J. J. Nassau) نے مشتری مین ایک بہت بڑا داغ دریافت کیا ہے جو حال مین نمودار ہوا ہے، پروفیسر موصوف کی دریافت کے بعد دنیا کے مختلف حصون مین دوسرے ہیئت دانون نے بھی اس کا مشاہدہ کیا ہے، یہ داغ تقریباً دو ہزار میل چوڑا اور اس کا بیس گنا لنبا ہے، ہیئت دانون کا خیال ہے کہ یہ مشتری کے ہوائی کرہ مین ایک بہت بڑے طوفان کا نتیجہ ہے، مشتری اور زحل کے داغون کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ ان سے آفتاب کے داغون کے برخلاف، موسم ارضی پر کوئی اثر نہین پڑتا،

امراض چشم کا حیرت انگیز علاج

ڈاکٹر ولیم بینیڈکٹ (William Benedict) نے رسالہ سائٹ سیونگ ریویو (Sight Saving Review) مین اپنا تجربہ بیان کیا ہے کہ امراض چشم کے لئے بہترین علاج آنسو ہین، آنکھون کو محفوظ رکھنے کے لئے جو دوائین استعمال کیجاتی ہین آنسوان سے کئی سو گنا زیادہ مفید ثابت ہوتے ہین،

ہزارون جدید عالم

امریکہ کے ایک فاضل ہیئت دان، ڈاکٹر ہارلو شاپلے (HARLOU SHAPLEY) نے جو مشہور عالم رصد خانہ ہارورڈ کے ڈائرکٹر ہین حال مین رائل اسٹرانومیکل سوسائٹی لندن مین ایک خطبہ دیا تھا جس مین انھون نے بیان کیا کہ انکے رصد خانہ مین جو بلوم فانٹائن (BLOEMFONTEIN) جنوبی افریقہ مین واقع ہے ہزارون نئے عالم دو سو فی گھنٹہ کے حساب سے دریافت کئے جا سکتے ہین، انہین سے ہر عالم مین کروڑون ستارے ہین، جو عالم اب تک دریافت شدہ تھے وہ بھی اس رصد خانہ کے مشاہدے سے بہ نسبت پہلے کے بہت زیادہ بڑے ثابت ہوئے جنہین سے بعض تو پچاس گنا زیادہ بڑے ہین،

"ع ز"

ادبیات

دریا اور ساحل

از جناب پروفیسر محمد اکبر منیر ایمرسن گورنمنٹ کالج ملتان

ایک دن دریا نے اترا کر یہ ساحل سے کہا ۱ زندگانی کی حقیقت سے ہے تو نا آشنا
زندگی کیا ہے ؟ خدائے پاک کا انعام ہے گلستانِ دہر مین گلگشت کا پیغام ہے
حسرت و اندوہ سامان ہے تن آسانی تری تیرے چہرے سے عیان ہے مرگ پنہانی تری
تو سکونِ جاودان سے پائے در زنجیر ہے تو سکوتِ جاودان سے موت کی تصویر ہے
تیری مدہوشی سے چرخِ نیلگون غمناک ہے تیری خاموشی سے چشمِ زندگی نمناک ہے
سینہ میرا دیکھ جذبون سے تلاطم خیز ہے میرے پہلو مین نہان طوفانِ حشر انگیز ہے
میری ہر اک موج مین اک نغمۂ دلسوز ہے میرے ہر اک قطرہ مین اک نورِ جان افروز ہے
کھیلتی ہے میری موجون سے شعاعِ آفتاب رقص کرتا ہے مرے پانی مین نورِ ماہتاب
سوتا ہے آکر مرے دامن مین چرخِ نیلگون وجد مین لاتا ہے انجم کو مرا جوشِ جنون
بزمِ ہستی مین ہے جوشِ عشق سے مجھکو بقا شوق ہر وادی مین بنجاتا ہے میرا رہنما
پلتے ہین دل مین مرے ہنگامہ ہائے آرزو مجھکو دائم خوب سے ہے خوبتر کی جستجو
اس تگ و دو مین مری مستور ہے رازِ حیات کشمکش امواج کی ہے زخمۂ سازِ حیات
زندگی کا نور ہے ہنگامہ آرائی مری بینشِ بزمِ دو عالم ہے تماشائی مری

میری موجون سے بیابان غیرتِ گلزار ہون | خفتگانِ خاک نغمون سے مرے بیدار ہون

سُنکے ساحل نے ذرا پہلے تو کھایا پیچ و تاب | (۲) پھر متانت سے کیا دریا سے اُسنے یون خطاب

مین نے مانا شور و شر کا تو علم بردار ہے | آبِ دریا! تو ابھی نا محرمِ اسرار ہے
ہو نہین سکتی کبھی دلکش فسون سازی تری | آشکارا ہے جہان مین شانِ غمازی تری
چھوڑ کر تو کوہسارون کو جہان مین خوار ہو | ترکِ الفت کے سبب ناچار ہے نادار ہے
آہ تو پابندِ آئینِ وفاداری نہین! | تیری موجین آشنائے لطفِ غمخواری نہین
دانہ آسا ہے مری افتاد سامانِ حیات | میرا ہر اک ذرہ ہے خورشیدِ تابانِ حیات
پھوٹتے ہین میرے سینے سے درختانِ بلند | ڈالتی ہین جن کی شاخین آسمانون پر کمند
جو حوادث سے نہ گھبرائے وہ ہی میری حیات | لاکھ شورش جس پہ ہو قربان وہ ہی میرا ثبات
کس قدر حیرت فزا ہے کوہسارون کا سکوت! | آسمانِ نیلگون کا اور ستارون کا سکوت!
خامشی کی گود مین پلتی ہے نیروئے حیات | خامشی سے رہتی ہے پیہم روان جوئے حیات
میری خاموشی مین پنہان زندگی کا جوش ہی | جوش سے لبریز ہو تو زندگی خاموش ہی
میرے دل مین حُسن کے لاکھون جہان مستور ہین | محفلین میری سراسر جلوہ ہائے طور ہین
میری فطرت کو نہین منظور خود آرائیان | چشمِ ظاہر بین سے ہین اوجھل مری رعنائیان
مثلِ آئینہ سراپا دیدۂ بینا ہون مین | عشق کی مے سے جو ہو لبریز وہ مینا ہون مین
حسن کا مظہر بھی ہون مین عشق کا پیکر بھی ہون | سجدہ ریزِ بارگاہِ خالقِ اکبر بھی ہون
خلق سے خالق نے مجھکو کر دیا ہے بے نیاز | رہتا ہون ہر وقت اس کی یاد مین محوِ نماز
میری خودداری، حصارِ گنبدِ دوّار ہے | میرا استقلال، نورِ سینۂ احرار ہے
نغمہ ہائے زندگی سے پر ہی خاموشی مری | ہے حیاتِ جاودان کا راز مدہوشی مری

کوہسارون کیطرح گو خامش و مدہوش ہون | زندگی کے حسن سے لیکن مین ہم آغوش ہون

محفلِ گیتی کا ذرہ ذرہ جان افروز ہے | (۳) داستانِ ساحل و دریا سبق آموز ہے

تو مصافِ دہر مین ساحل بھی ہو دریا بھی ہو | یعنی نورِ حسن بھی ہو حسن کا شیدا بھی ہو
بیخودی دریا کی ہو ساحل کی خودداری بھی ہو | بے نیازی حسن کی ہو عشق کی زاری بھی ہو
مثلِ ساحل دورِ ہستی مین رہے سینہ سپر | اور مثالِ آبِ دریا ہو ترا خونِ جگر
موجِ دریا کی طرح ہو موجۂ خونِ حیات | اور ساحل کی طرح ہو چشمِ میگونِ حیات
جذبہ ہائے عشق سے سینہ ترا لبریز ہو | نعرۂ تکبیر ترا شورِ محشر خیز ہو

حشرِ جذبات

ازمولوی سید ابو محمد صاحب ثاقب کانپوری

ہر حبابِ بحرِ رقصان موت کی منزل مین ہو | تشنہ کامِ آرزو کی آرزو ساحل مین ہے
لین سبق عبرت کا، گر احساس اہلِ دلمین ہو | ہے مرقع زندگی کا شمع جو محفل مین ہے
دیکھنے سے جس کے مٹ جاتا ہو احساسِ حیات | ایک ایسی بھی کشش موجِ لبِ ساحل مین ہے
کر رہی ہے مرگِ حسرت اُسطرف آنکھون کو بند | اس طرف ذوقِ تماشا دیدۂ بسمل مین ہے
سخت جانی! اس بھرے مقتل مین کھولے میری بات | حشر تک پوری نہ ہو جو کچھ دلِ قاتل مین ہے
تیرا ہی ذوقِ نظر نا آشنائے حسن ہے | ورنہ لیلائے تمنا دل کے ہر محمل مین ہے
خاطرِ دشمن ہو میری دلدہی کے ساتھ ساتھ | ہائے جانِ ناتوان بھی کس قدر مشکل مین ہے
کر رہا ہے شرحِ دردِ دل زبانِ راز مین | آہ وہ آنسو جو اب تک دیدۂ بسمل مین ہے
کم نہ ہو جوشِ طلب لے پائے ہمت المدد! | ایک لطفِ خاص حاصل سعیِ لاحاصل مین ہے
انتہائے یاس مین بھی جوشِ مقصد ہے وہی | عزم کتنا ہمتِ گم کردۂ منزل مین ہے

داستانِ شوق تھی میری نگاہِ یاس مین اک پشیمانی کا عالم جذبۂ قاتل مین ہے،

اُٹھ کے ثاقب گو چلا آیا ہون اس کی بزم سے

دل کی تسکین کا مگر سامان اُسی محفل مین ہے

بیانِ اظہر،

از جناب منشی اظہر الحق صاحب نعمانی ردولوی،

حدودِ عقل و فہم مین کبھی نہ تو سما سکا تلاش و جستجو پہ بھی نہ اصل کوئی پا سکا

یہ رازِ اہلِ بزم مین کوئی نہین بتا سکا کہ دیکھ کر جمالِ رخ بھی ہوش کیون نہ آسکا

قدم لرز لرز گئے نظر جھپک جھپک گئی تجلیوں کی روشنی مین اور بھی نہ پا سکا

فراق ہے حیاتِ عشق وصل اسکی موت ہے مگر ہر ایک بوالہوس کہاں یہ راز پا سکا

کثافتین نگاہ کی حجابِ دید بن گئین مین سر پٹک کے رہ گیا مگر انھین نہ پا سکا

شعاعِ رخ نقاب سے تڑپ کے خود نکل پڑی حجاب مین بھی رہ کے وہ نہ اپنے کو چھپا سکا

کثافتِ نگاہ، یا لطافتِ جمال تھی، مری نظر ہی خیرہ تھی کہ خود نظر نہ آسکا

نہ عشق کی تسلیاں نہ حسن کی تجلیان جنونِ دل کی شورشین کوئی نہین دبا سکا

اسی تلاش و جستجو مین عمر ختم ہو گئی حریمِ ناز کا پتہ مین آج تک نہ پا سکا

چمن کی دلفریبیان تسلیِ نظر ہوئین تعینات مین الجھ کے انتہا نہ پا سکا

تجلیاتِ حسن بھی نہ جانین کس بلا کی تھین

کہ اظہرِ حزین کو ہوش آج تک نہ آسکا

———.———

باب التقریظ والانتقاد

مرآۃ المثنوی

مرتبہ

جناب قاضی تلمذ حسین صاحب ایم، اے

دنیاے اسلام نے مثنوی مولنا روم کی جو قدر دانی کی، وہ فارسی زبان کی کسی کتاب کو کم نصیب ہوئی ہوگی، فارسی نظم و نثر کی کتابون مین شاہ نامہ، دیوان حافظ اور گلستان کو بھی بہت زیادہ قبولیت حاصل ہوئی، لیکن مثنوی کا پلہ ان سب سے بھاری رہا، مسلمانون مین جب تک سلطنت کا جاہ و جلال قائم رہا اور بقاے سلطنت کے لئے فوجی جذبات بھی ساتھ ساتھ قائم رہے، شاہ نامہ کی داستانین لوگون کو ازبر تھین، لیکن اب اسکا ایک شعر بھی کسی کو یاد نہین، دیوان حافظ کو صرف غزل گو شعرا، اور رندانہ مزاج کے لوگون مین قبولِ عام حاصل ہوا اور کبھی کبھی صوفیہ کرام نے بھی اسکا مطالعہ کر لیا، باقی علما، اور قوم کے عام طبقہ کو اس سے کوئی دلچسپی نہین رہی، گلستان کی فصاحت و بلاغت نے بے شبہہ اس کی شہرت کو بہت عام کیا، لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خواص کے حلقہ سے نکل کر مکتب مین آگئی اور بازیچۂ اطفال بنگئی، لیکن مثنوی کی شہرت ہمیشہ لازوال رہی، وہ اب تک اسی قدر مقبولِ عام ہے جس قدر پہلے تھی؛ اس کی شہرت کسی خاص طبقہ تک محدود نہین رہی، بلکہ عام و خاص علما، و فضلا، صوفیہ سب اسکو حقائق و معارف کا گنجینہ سمجھتے رہے، البتہ مسلمانون کا علمی ذوق جس قدر پست ہوتا گیا لوگ اس کے حقائق و معارف کو چھوڑ کر صرف اسکی تمثیلات و حکایات پر قانع ہو گئے، اور زیادہ تر وعظ و پند کی محفلون مین اس کی شہرت قائم رہی، مولنا شبلی مرحوم

پہلے شخص ہین جنہون نے اس طلسم حقیقت کا ایک قفل توڑ کر بتایا کہ مثنوی مین اور تمام حقائق کے ساتھ علم کلام کے مسائل کو بھی جس خوبی کے ساتھ حل کیا گیا ہے، علم کلام کی بڑی بڑی کتابون مین بھی اس کی جھلک نظر نہین آتی، لیکن انھون نے اپنے موضوع کے محدود ہونے کی وجہ سے صرف اسی پر قناعت کی اور بقیہ حقائق کو چھوڑ دیا، فرماتے تھے کہ اگر لکھنا چاہتا تو سوانح مولنا روم سے دگنی بڑی کتاب لکھ سکتا تھا، لیکن ہم کو مسرت ہے کہ قاضی تلمذ حسین صاحب ایم اے نے جو باوجود ایک جدید فاضل تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود پورے پورے مذہبی ہین اور مذہب و تصوف کا کافی علمی و عملی ذوق رکھتے ہین، یہ کمی پوری کر دی اور مثنوی کے متعلق تین کتابین لکھین جنہون نے مثنوی اور صاحب مثنوی کی تمام خصوصیات کو نمایان کر دیا یعنی

صاحب المثنوی۔ اس مین مولنا روم کے سوانح حیات، اور انکے ہمعصر اور اصحاب کے حالات ہین،

نقد المثنوی، اس مین مثنوی پر مبسوط تبصرہ ہے،

مرأة المثنوی، اس مین مثنوی کا انتخاب مختلف حیثیتون سے کیا گیا ہے،

پہلی دونون کتابین ابھی زیور طبع سے آراستہ نہین ہوئین، لیکن تیسری کتاب چھپ کر ہمارے سامنے آگئی اور ہماری دیدہ افروزی کا سامان بنی ہوئی ہے، اگرچہ دیباچہ، ضمیمہ اور فہرست وغیرہ کو بھی شامل کر لیا جائے تو کتاب کی پوری ضخامت کم و بیش بارہ سو صفحات تک پہنچ جاتی ہے جس کی اجمالی تقسیم یہ ہے،

(۱) دیباچہ، ۴۰ صفحہ،

(۲) فہرست. ۴۴ صفحہ،

(۳) یواقیت القصص یعنی انتخاب حکایات، ۳۹۵ صفحہ تمام حکایتون کا انتخاب ہے، صرف غیر ضروری اشعار بیچ سے چھوڑ دیئے گئے ہین،

(۴) درر الحکم یعنی مختلف اسرار و معارف، از ۴۴۵ تا ۷۸۱،

(۵) جواہر القرآن، از ۷۸۵ تا ۸۹۵ ہمین اُن اشعار کا انتخاب ہے جسمین مولنا نے کسی آیت کی تفسیر کی ہے یا اس سے کام لیا ہے، پہلے آیت مع ترجمہ درج کیگئی ہے پھر اسکے متعلق اشعار نقل کئے ہین،

(۶) لآلی السنن، از ۸۹۹ تا ۹۳۵ اس مین وہ اشعار درج کئے گئے ہین جسمین مولنا نے کسی حدیث کی شرح کی ہے یا اسکو بطور تلمیح کے لائے ہین، اشعار سے پہلے حدیثین درج کی گئی ہین،

اس کے بعد ضمیمے وغیرہ ہین،

اس تقسیم نے مثنوی کے بکھرے ہوئے موتیون کو ایک لڑی مین پرو دیا ہے، کیونکہ مثنوی کا انداز بیان یہ ہے کہ ایک حکایت شروع ہوتی ہے اور بیچ بیچ مین بہت سے نکتے آتے جاتے ہین، لیکن ابھی بات پوری نہین ہوتی کہ دوسری حکایت چھڑ جاتی ہے، اسی طرح یہ سلسلہ برابر قائم رہتا ہے، اسلئے پڑھنے والے کو معلوم نہین ہوتا کہ مولنا ان حکایات کے ضمن مین کن کن نکات کو سمجھانا چاہتے ہین، اس لئے ضرورت تھی کہ اصول کیمیاوی کے طریقہ پر مختلف عنوانات کے تحت مین مثنوی کے تمام اسرار کو علٰحدہ علٰحدہ ابواب مین منقسم کر لیا جائے، اور قاضی صاحب نے بڑی عرقریزی سے یہی کام انجام دیا ہے۔

شروع مین متعدد فہرستین ہین، ایک ضروری فہرست یا اشاریہ (انڈکس) کتاب کے مطالب و مضامین کی ہے جس سے بہت آسانی کے ساتھ ہر مضمون کا پتہ لگایا جاسکتا ہے، ایک دوسرا ضروری کام جامع نے یہ کیا ہے کہ ان آیات اور حدیثون کو جنکے ٹکڑے بصورت اقتباس مثنوی مین آتے ہین، ان کا پتہ لگا کر پوری آیت اور حدیث لکھدی ہے،

غرض کتاب ظاہری و باطنی دونون حیثیتون سے مکمل ہے، اور ہمکو یقین ہے کہ وہ زیادہ تر انگریزی خوان طبقہ کو جو کتاب کو صرف اس وقت پڑھتا ہے جب وہ عمدہ چھپی ہوئی ہو اور خوشنما جلد مین بندھکر اسکے سامنے آئے مثنوی کی طرف اور ضمناً تصوف و مذہب کیطرف بھی مائل کریگی، البتہ یہ کمی ہے کہ درر الحکم مین علم کلام، فلسفہ اور تصوف کے بہت سے نکات چھوڑ دیئے گئے ہین، شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ سوانح مولنا روم مین وہ آگئے ہین، تصوف کی کتابون مین جو حدیثین آتی ہین وہ بہت کچھ قابل تنقید ہوتی ہین، مثنوی مین بھی اس قسم کی حدیثین ہین، لیکن اس کتاب مین اُنپر کوئی تنقید نہین کیگئی ہے، غالباً نقد المثنوی مین ان سے تعرض کیا جائے۔

بہر حال کتاب اس قابل ہے کہ اہل علم بالخصوص انگریزی خوان طبقہ کی بزم علم مین بار پائے، اور بتائے کہ فلسفہ کی سرحد سے ماوراء غیب تک پہنچنے کی صحیح راہ کیا ہے، قیمت: عہ مجلد لکھائی چھپائی اعلیٰ جلد خوبصورت چمڑے کی، پتہ: دائرۃ الادب حیدر گوڑہ حیدر آباد دکن،

اُردو کے نئے رسالے

یہ عجب اتفاق ہے کہ اس ششماہی مین، اردو کے نئے رسالے جاری کرنے مین سالہائے ماسبق کے برخلاف صوبہ پنجاب پر ہمارا صوبہ متحدہ سبقت لے گیا ہے، اس کے بعد دہلی کا درجہ رہا، پھر پنجاب کا نمبر آتا ہے، بنگال و بہار کا درجہ باہم مساوی رہا، اسکے بعد حیدرآباد دکن اور پھر اسیطرح اردو کے اصلاحی مرکز سے دور دراز مقامات کاٹھیاوار، پشاور اور سندھ سے تھر ایک ایک نیا پرچہ نکلا ہے،

صوبہ متحدہ کے رسائل | صوبہ متحدہ کے جو نئے رسالے ہمین ریویو کے لئے موصول ہوئے، وہ سخنور، انتخاب، ایوآن، کونین، کائنات، الہیات، قائد، اور روح ادب ماہانہ رسائل ہین، اور ایک زنانہ رسالہ مستورات، پندرہ روزہ ہے،

سخنور لکھنؤ، مدیر جناب عبدالباری آسی، حجم ۴۸ صفحے، قیمت سالانہ عہ، مقام اشاعت احاطہ فقیر محمد خان لکھنؤ،

جناب عبدالباری صاحب آسی، لکھنوی، اردو کے روشناس نقاد و ادیب ہین، اب تک وہ کبھی پس پردہ اور کبھی بے نقاب ہو کر ادب اردو پر نقد و نظر کرتے تھے، اب وہ بے محابا داد سخنوری دینے نکلے ہین، اور رسالہ سخنور کو جاری کرکے یہ مستقل ذمہ داری قبول کرلی ہے، اسی کے ساتھ ان کی کوشش ہے کہ یہ رسالہ صرف ادبی صحیفہ بنکر نہ رہجائے بلکہ مختلف نوع کے مضامین سے اس کو دلچسپ بنایا جائے، چنانچہ اس وقت تیسرا نمبر ہمارے سامنے ہے، سر مقالہ "رسول پاک کا ایک نادیدہ عاشق" کے عنوان سے ہے، جس مین حضرت اویس قرنی کے حالات کو ہم نے اس رسالہ مین حیرت کے ساتھ پڑھا، جکا بیشتر حصہ سیرالاولیار کی روایتون پر مشتمل ہے، دوسرا مضمون "پراسرار لاش" کے عنوان سے ہے، جس مین شامی قبیلہ دروزکی پراسرار تحریک مختصر البلز فسانہ دکھائی گئی ہے، ایک مضمون "یامپی آئی" کے کھنڈر اور آثار پر ہے، یاد آتا ہے کہ یہ ترجمہ کسی دوسرے رسالہ مین نکل چکا ہے، "شاعر کی موت" کے عنوان سے مدیر کا ایک مضمون ہے، جس مین شعرار کے ایسے تخیلات یکجا کئے ہین جن مین انھون نے انبیار و ملائکہ کو شوخ چشمی اور شاعرانہ لن ترانیون کے ساتھ خطاب کیا ہے، آخر مین "طرحیات" کے عنوان سے کسی مشاعرہ کے منتخبات درج ہین،

رسالہ اپنے مختلف حیثیات سے خاصہ ہے، لیکن ہمین "نرگس" و "عکاس" جیسے روشناسون سے اس سے زیادہ بلند خدمات کی توقع قائم ہے، امید ہے کہ وہ پوری ہونگی،

انتخاب، لکھنؤ، دارالاشاعت صدیق بک ڈپو، امین آباد، لکھنؤ، حجم ۴۸ صفحے، قیمت سالانہ سے ہر

یہ لکھنؤ کا دوسرا ادبی رسالہ ہے، جسے وہان کے مشہور صاحب ذوق تاجر کتب جناب محمد صدیق صاحب نے ماہ فروری سے نکالا ہے، پہلا پرچہ جناب سیفی ندوی "(ع)" کی ادارت مین اور دوسرا جناب نقاش سلطانپوری کی ادارت مین نکلا ہے، رسالہ کے اجرار کا مقصد "اردو کے ادبی رسائل کے پست معیار کو بلند کرنا ہو اور" ایک ایسا رسالہ جاری کرنا جو اسقام و عیوب سے پاک ہو" رسالہ کو ملک کے اچھے اہل قلم اور شعرا تک رسائی حاصل ہے، لیکن مضامین مین ابھی تک کوئی ایسی نشانی نظر نہین آئی، جو اس رسالہ کو اردو کے دوسرے ادبی رسالون کی سطح سے بلند دکھائے، جس کے عادی "نگہ انتخاب" مین نظر آتے ہین، تاہم امید ہے کہ اگر جناب محمد صدیق صاحب نے اپنی ادبی دھن سے اس رسالہ کی بھی خدمت کی، جو ان کی زندگی کا نمایان وصف ہے، تو وہ ایک اچھا رسالہ کامیابی کیساتھ چلا سکتے ہین،

ایوان، گورکھپور، مرتبہ جناب مجنون گورکھپوری، حجم ۸۰ صفحے، قیمت سالانہ للعہ، پتہ :- ایوان اشاعت گورکھپور

مجلس ایوان اشاعت، گورکھپور کا ماہانہ ارگن دو سال ملتوی رہ کر ماہ رواں جولائی سے پھر نکلا ہے، رسالہ اور اس کے مدیر ملک مین دونون روشناس ہو چکے ہین، یہ جدید پرچہ بھی اپنی پچھلی خصوصیات کا حامل ہے، "داستان یوسف" کے عنوان سے جناب عبدالقیوم صاحب رسا نے حضرت یوسفؑ کے قصہ سے متعلق مغربی نقاد و مورخین کی تحقیقات کو پیش کیا ہے، اور جہان قرآن مجید کی روایت و بیان سے اختلاف نظر آیا، دلائل و درایت کی روشنی مین مغربی تحقیقات کی تصحیح کی ہے، "قائم چاندپوری" پر جناب مدیر نے اپنے تاثرات لکھے ہین، جناب مدیر کا ایک افسانہ "محبت کی فریب کاریان" ایوان کے پچھلے نمبرون مین نکلا تھا، اس کا بقیہ حصہ اس نئے نمبر مین درج ہے، ضرورت تھی کہ گذشتہ حصہ کا خلاصہ یہان چند سطرون مین درج کردیا جاتا، کہ ربط قائم رہتا، اس ادبی و علمی پرچہ مین "یوپی وقف بل پر تبصرہ" تعجب انگیز ہے، شعرار کے کلام مین سیدالشعرار حسرت موہانی کی ایک تازہ غزل

شریک اشاعت ہے،

کونین، گورکھپور، زیر ادارت مولوی عزیز الرحمن صاحب اصلاحی و جناب محمد یحییٰ صاحب اعظمی حجم ۴۸ صفحے، تقطیع ۱۸×۲۲/۴، قیمت سالانہ عہ، پتہ:۔ دفتر کونین، محلہ کھوکھر پور، گورکھپور،

رسالہ کونین کا مقصد مسلمانون کے غیر مستطیع و نادار طبقون مین کم از کم قیمت مین اوسط درجہ کا مفید اسلامی لٹریچر پہنچانا ہے، رسالہ محنت سے مرتب کیا جاتا ہے، اور مضامین سنجیدہ اور مطالعہ کے لائق ہوتے ہین، اس رسالہ مین آخر کے چند نمبرون سے مولٹنا حمید الدین مرحوم کی تفسیر سورۂ ابی لہب کا مسلسل ترجمہ مولانائے مرحوم کے لائق و قابل اعتماد تلمیذ مولوی امین احسن صاحب اصلاحی استاذ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے قلم سے ہوتا ہے، جو کمال احتیاط سے مولانائے مرحوم کے اصول تفسیر اور ان کے اصل نقطۂ نظر کو مد نظر رکھ کر اردو مین منتقل کیا جا رہا ہے، اگر یہ سلسلہ مستقلاً جاری رہا، تو کونین کی معرفت ایک بڑی دینی خدمت انجام پائیگی، رسالہ سال رواں کے آغاز سے جاری ہے، رسالہ کے مضامین مختلف موضوع تاریخ، ادب، سیاست اور مذہب پر مشتمل ہوتے ہین،

کائنات سنبھل اڈیٹر جناب ظہور الدین احمد صاحب حجم ۴۰ صفحے، قیمت سالانہ عہ، پتہ:۔ دفتر رسالہ کائنات سنبھل ضلع مراد آباد، یوپی،

یہ ایک سیاسی و ادبی رسالہ ہے، جس کا مقصد مسلمانون کی سیاسی و معاشرتی و اقتصادی اصلاح ہے، رسالہ مین روزانہ اخبارات کی خبرین بھی شائع کیجاتی ہین، رسالہ کی ترتیب و تہذیب پر مزید توجہ کی ضرورت ہے،

الہیات کانپور، اڈیٹر مولوی عبد الحفیظ ملیح آبادی، حجم ۳۲ صفحے، لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ، قیمت عہ

مدرسہ الہیات کانپور کے علماء و طلبہ کی جانب سے یہ رسالہ نکلا ہے، جس کا مقصد دینی و تبلیغی خدمت کرنا ہے، خوشی کی بات ہے کہ مدرسہ الہیات کے قدیم روح رواں مولٹنا آزاد سبحانی نے رسالہ کی مشروط سرپرستی قبول کی ہے، توقع ہے کہ رسالہ ان کے مطمح نظر کو پورا کریگا، اور مفید خدمت انجام دیگا،

قائد امروہہ، ادارہ جناب سید حبیب احمد افق کاظمی، و مولوی عبد الحلیم ناظم صدیقی حجم ۴۲ صفحے، قیمت:۔ سالانہ عہ پتہ:۔ دفتر رسالہ قائد، خانقاہ حنیفیہ، محلہ گنگوئی، امروہہ،

یہ ایک مذہبی، علمی، ادبی و اصلاحی رسالہ ہے، جو ماہ محرم ۵۸ھ سے نکلا ہے، صفر و ربیع الاول کا مشترک پرچہ ہمارے سامنے ہے، کارکنان رسالہ اخلاص کے ساتھ اسلام کی خدمت کا جذبہ رکھتے ہین، مضامین مین زیادہ حصہ مذہبی مضمونون کا ہے، نیز علمی و اصلاحی مختصر مضامین بھی ہین، ادب کی خدمت نظمون اور غزلون کے ذریعہ کیجاتی ہے،

روح ادب علیگڑھ، ادارہ جناب محمد اشفاق الرب صاحب میرٹھی، و جناب محمد خلیل الرحمن صاحب سالک، دار الاشاعت رسل گنج، علی گڈھ، حجم ۴۰ صفحے، قیمت سالانہ عہ

روح ادب ایک ادبی رسالہ ہے، جس کا دوسرا نمبر بابت ماہ فروری ہمارے سامنے ہے، مضامین صفحہ دو صفحے کے ہین جنمین زیادہ حصہ ادبی جواہر پارون کا ہے، جو مختلف عنوانون سے درج ہین، "مدینۃ العلم علی گڈھ" کا انتساب ظاہر کرنے سے کارکنان رسالہ کی ذمہ داریان بڑھ گئی ہین، صوری حیثیت سے بھی اچھے کاغذ اور اچھی لکھائی چھپائی کی ضرورت ہے،

مستورات کانپور، (پندرہ روزہ) مدیرہ جناب حبیب بلقیس بیگم، حجم ۴۰ صفحے، قیمت سالانہ عہ و غیر مستطیع طالبات سے عہ، مقام اشاعت، سول لائن، علی گڈھ،

یہ ایک اسلامی زنانہ رسالہ ہے، جو صوبہ متحدہ کی مسلمان خواتین مین علمی و ادبی مذاق پیدا کرنے، مسلم خواتین کو بری رسمون کی پابندیون سے دور کرنے، اونھین اخلاقی و معاشرتی تعلیم دینے، اور بچون کی تربیت کے اصول بتانے کے لئے نکلا ہے، رسالہ کا پہلا نمبر وسط مئی ۳۹ء کو شائع ہوا، پہلے پرچہ مین اپنے موضوع کے مطابق "اصلاح رسوم"، "بی بیون کے دستکاری کی ضرورت" وغیرہ پر مضامین ہین، رسالہ کو نواب فخر یار جنگ بہادر معتمد فنانس حیدرآباد دکن کی سرپرستی حاصل ہے،

دہلی کے نئے رسالے

دہلی کے نئے رسائل، جاوید، جمالستان، رہبر نسوان، نئی دنیا، مدرس اور پیام تعلیم ہین، جو سب کے سب ماہانہ ہین،

جاوید اڈیٹر مولوی عبد الوحید صاحب صدیقی، مولوی محمد ادریس صاحب میرٹھی، حجم ۲۰ صفحے، کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت:۔ سالانہ صہ، مقام اشاعت بازار سیتا محل، دہلی،

جاوید صحیح معنون مین ایک علمی و ادبی رسالہ ہے، جو ماہ جنوری سے نکلا ہے، رسالہ کو دار العلوم دیوبند کے

ذی علم ارباب قلم اور ملک کے دوسرے اصحاب علم کی سرپرستی حاصل ہے، مضامین سنجیدہ، تحقیقی، اور معیاری ہوتے ہین
مذہبی مضامین کے ماسوا مغربی زبان کے ممتاز اہل علم کے علمی و تاریخی مقالات کے مفید ترجمے، اور اقتباسات کے
اُن پر نقد کیا جاتا ہے، نیز افسانون کی چاشنی بھی ہوتی ہے، جو دلچسپ اور سبق آموز ہوتے ہین بعض پرچون مین
کے فوٹو بلاک شائع ہوتے ہین، اردو زبان کے موجودہ "ادبی" "اسلامی" رسالون کے دور مین کسی سنجیدہ اسلامی
وادبی رسالہ کا نکال کر چلا لینا، کارکنان رسالہ کی انتہائی کوششون ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے، خدا کرے یہ رسالہ قائم رہکر
خدمات انجام دیتا رہے،

جمالستان زیرادارت جناب مظہر انصاری، بی اے، و جناب محمد نقی، دہلوی، حجم ۴۸ صفحے، قیمت
سالانہ ۳؎ پتہ:- منیجر جمالستان، دہلی،

یہ صاف ستھرا اور خوشنما چھپا ہوا ادبی رسالہ ماہ جنوری سے نکلا ہے، فروری کا پرچہ ہمارے سامنے
مضامین کا معیار اچھا خاصہ بلند ہے، افسانون مین جناب خواجہ حسن نظامی کا افسانہ "شہر نظر کی آپ بیتی" سبق آموز
اسی طرح جناب عشرت رحمانی کا فسانہ "مغالطہ" اور مزاحیہ مضامین مین جناب محمد نقی صاحب دہلوی کا فسانہ "مہمان"
افسانے ہین، اسی نمبر مین جناب حمید اللہ صاحب مقیم شانتی نکیتن نے "ہندوستان مین زبان کا سوال" پیش کر کے
دی ہے کہ ہندوستان کی بین الاقوامی زبان انگریزی قرار دیجائے، اور قومی زبان ہندوستانی بنائی جائے، اور
پیدا کرنے کے لئے اسے رومن رسم خط مین لکھا جائے، تعجب ہے کہ ابھی تک ہمارے ارباب فکر مین یہ مسئلہ طے نہ
پایا کہ زبان اردو اور اردو رسم خط مین چولی دامن کا ساتھ ہے، کہ اس زبان کی بنیاد و اساس اسی رسم خط پر قائم ہے
رسم خط چھوڑنے کے دوسرے معنی زبان اردو کے ترک کرنے کے ہین، اس لئے جو لوگ دانستہ و نادانستہ رسم خط
بحث چھیڑتے ہین، وہ در پردہ اس نئی زبان کے پروپگنڈے مین معاون ہوتے ہین، جسے کچھ دنون سے ہندی کہ
سے ملک مین رائج کرنے کی کوشش کیجا رہی ہے، مسرت ہے کہ کارکنان رسالہ نے اس مقالہ سے مناسب اختلاف کی

رہبر نسوان، (مصور) اڈیٹر جناب فاروقی بیگم، حجم ۴۰ صفحے، قیمت سالانہ ۲؎ پتہ دفتر رہبر نسوان

کوچۂ چیلان، دہلی،

دہلی سے عورتون کا مشہور رسالہ عصمت جاری ہے، اب اسی شہر سے یہ دوسرا پرچہ جناب فاروقی بیگم کی ادارت اور
جناب بیگم آصف علی بیرسٹر کی سرپرستی مین نکلا ہے، اور یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ کارکنان رسالہ اپنی مغرب زدہ بہنون کو ایسے نقطۂ
اعتدال پر لانا چاہتی ہین کہ مشرقی روایات کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، اور ہندوستان کی مسلم ہندو خواتین "اسوۂ زہرا" و "اسوۂ
سیتا کی یاد" کو تازہ کرین، رسالہ کے مضامین کا اندازہ ان کے عنوانون سے کیا جا سکتا ہے، مثلاً "جمال اسلام" "اسلام
اور جنس لطیف" "دختران اسلام کی حق گوئی" "میدان جنگ مین مسلمان عورتین" "ترکی خواتین کی علمی ترقی" مسلم خواتین
کے پہلو بہ پہلو ہندو دیویون کے مضامین بھی ہین، مثلاً "مین تمھین یاد کرتی ہون" کملا دیوی، بمبئی، "حیدر علی کی
رواداری" جناب ستیا دیوی، بی اے، "بیمہ یا زیور" جناب کرشنا کماری، جلکیست "بچون کی بیماریان" ڈاکٹر مہاراج
کماری صاحبہ، رسالہ مین عورتون کی دلچسپی کے ابواب "خوان نعمت" "نسوانی دنیا کی خبرین" اور "دستکاری" اور
اس کے نمونے وغیرہ بھی موجود ہین،

نئی دنیا، اڈیٹر جناب سید صدیق احمد، حجم ۴۰ صفحے، قیمت سالانہ عہ ہر پرچہ ار پتہ:- دفتر نئی دنیا دہلی،

نئی دنیا ایک سستا رسالہ ہے، جو خاص نوجوانون کے لئے نکالا گیا ہے، اور "کونین شوگر کوٹڈ"
شکر لپٹی ہوئی کونین کے مصداق، اس کے مضامین تیار کئے جاتے ہین، لیکن بظاہر نظر شکر اس قدر زیادہ
ہو گئی ہے کہ کونین کا افادہ مشتبہ ہو گیا ہے، رسالہ ماہ اپریل سے جاری ہے،

مدرس، اڈیٹر جناب بشیر انصاری، حجم ۴۸ صفحے، قیمت سالانہ عہ ہر پرچہ ۲ر مقام اشاعت
کوچۂ چیلان دہلی،

مدرس اپنے نام کے لحاظ سے تو تعلیمی رسالہ معلوم ہوتا ہے، لیکن اس کے شذرات مین زیادہ تر
ہندوستان و اسلامی سیاسیات پر بحث ہوتی ہے، اور مضامین مذہبی، اور اسلامی تاریخ پر ہین، اسی لئے
سرورق پر "دین و دنیا کے درس و تدریس کا مدرس" مکتوب ہے، مضامین مین لوگون کی مستقل کتابون اور

رسالون کے اقتباسات بغیر حوالہ درج ہین، مثلاً "اسلام و غیر مسلم" "مسلمانون کی حیرت انگیز ایجادین" وغیرہ

پیام تعلیم - (مصور) زیرادارت جناب سید انصاری بی اے (جامعی) و مولوی حسین حسان ندوی، حجم ۴۸ صفحے، قیمت سالانہ سے ۲ ہر پرچہ ۳ر پتہ:- دفتر پیام تعلیم جامعہ ملیہ قرولباغ، دہلی

پیام تعلیم پہلے بچون کا پندرہ روزہ رسالہ نما اخبار تھا، اب اُسے ماہانہ کردیا گیا ہے، اور اس مین رسالہ کی شان پیدا ہوگئی ہے، مولوی حسین حسان، اگری دلچسپی سے اُسے مرتب کرتے ہین، اچھے اچھے لکھون اور مشہور اصحاب علم سے مضامین حاصل کرتے ہین، جو بچون کے فہم کے مطابق انھی کی زبان اور دلچسپ طرز ادا مین مختصر مضامین لکھتے ہین، نیز طلبہ کے مضامین بھی ہوتے ہین، اکثر مضامین مصور کرکے شائع کئے جاتے ہین، اور شاید اب یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ رسالہ مختلف حیثیات سے طلبہ کے لئے سب سے کارآمد اور مفید رسالہ ہے،

پنجاب کے نئے رسائل پنجاب کے نئے رسائل حسب ذیل ہین، تاج لاہور، "البرق" جالندھر، "نرگس" لاہور، دلنواز اور "پھول باغ" پٹیالہ، یہ سب ماہانہ ہین،

تاج، ناشر تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، حجم ۶۰ صفحے، کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت سالانہ عا

تاج کمپنی لمیٹڈ نے جواب تک منجملہ دیگر کاروبار کے، عمدہ طباعت کے ساتھ قرآن مجید کے حصص اور اوراد و وظائف کے رسالے شائع کرتی تھی، اب "تاج" کے نام سے رسالہ نکالا ہے، جس کا مقصد "اسلامی علوم و معارف کی نشر و اشاعت اور مسلمانون کو عہد حاضر کی علمی و ادبی تجارتی و صنعتی سرگرمیون سے روشناس کرانا" بتایا گیا ہے، اس کا پہلا پرچہ ماہ فروری مین نکلا ہے، اور اپنے موضوع سے متعلق اوسط درجہ کے مضامین درج ہین،

البرق جالندھر، مدیر جناب محمد علی و سید سید محمد، حجم ۴۸ صفحے، قیمت سالانہ للعہ پتہ:- منیجر البرق پنجاب انجینیرنگ انسٹی ٹیوٹ، جالندھر شہر،

البرق، پنجاب انجینیرنگ انسٹی ٹیوٹ کا آرگن ہے، اس انسٹی ٹیوٹ کے ماتحت ایک اسکول ہے

جو طلبہ کو بجلی کے مختلف قسم کے کام سکھاتا ہے، اس رسالہ مین اس اسکول کے حالات و کوائف چھپتے ہین، نیز علوم جدیدہ سے متعلق مضامین ہوتے ہین، جن مین سے اکثر کسی نہ کسی اردو رسالہ یا اخبار مین چھپ چکے ہین، رسالہ مفید ثابت ہو، اگر واقعی اس سے مقصود ملک کے نوجوان کو الکٹریکل لائینون مین جانے کی ترغیب و تحریص دلائی جائے، اور اس موضوع پر مستقل مضامین عام دلچسپی پیدا کرنے کے لئے شائع کئے جائین کہ ایسے رسالون کی اردو زبان مین بڑی ضرورت ہے،

نرگس، لاہور (مصور) مرتبہ جناب مطیع اللہ صاحب حجم ۶۴ صفحے، قیمت سالانہ سے، پتہ: منیجر رسالہ نرگس بل روڈ، لاہور،

رسالہ نرگس "گلشن علم و ادب کا شگفتہ پھول" کے عنوان سے ماہ جنوری ۳۴ء سے نکلا ہے، فروری کا پرچہ ہمارے سامنے ہے، مضامین بلند و پست دونون معیار کے ہین، اولاً "آغاز" کی سرخی سے اپنے پہلے نمبر کے مضمونون اور مضمون نگارون کی ستایش کیگئی ہے، پھر "تقریب" کے عنوان سے زیر نظر پرچہ کے مضامین کی تعریف و توصیف ہے، پھر اپنے ایک ہمعصر رسالہ ..... کے تعلی نگار پر سب و شتم کی بارش کیگئی ہے، جو ہمارے ادبی رسالون کی باہمی آویزش کا افسوسناک مظاہرہ ہے، مضامین مین "دنیا کے افسانوی ادب پر ایک طائرانہ نظر" وقیع و جامع مضمون ہے، رسالہ اگر اسی معیار پر بھی قائم رہے، تو ادبی رسالون مین اوسط درجہ کا اچھا رسالہ سمجھا جائیگا،

دلنواز، گوجرانوالہ (مصور) اڈیٹر جناب حکیم محبوب الٰہی صاحب حجم ۶۰ صفحے، قیمت عا پتہ: منیجر دلنواز گوجرانوالہ پنجاب،

یہ ایک مفید اصلاحی رسالہ ہے، جو چند مہینون سے جاری ہے، اس مین ادبی و طبی مضامین کے علاوہ مختصر مفید مضامین ایسے بھی ہوتے ہین، جنہین دیہی باشندون کے اخلاق و صحت کی اصلاح کے طریقے اور حفظان صحت کے اصول وغیرہ بیان کئے جاتے ہین،

پھول باغ پٹیالہ، اڈیٹر جناب صاحبزادہ کوشان سنگت پوری، حجم ۴۲ صفحے، قیمت سالانہ للعہ وطلبہ سے ستے، پتہ:- دفتر رسالہ پھول باغ، پٹیالہ،

پھول باغ ایک ادبی وتعلیمی رسالہ ہے، مضمون نگارون مین بعض اچھے اچھے بلند پایہ ہندو ومسلم اہل قلم ہین، مضامین کا معیار بھی خاصہ بلند ہے، ہمین ایسے رسائل کو دیکھ کر دلی خوشی ہوتی ہے کہ وہ بغیر کسی قومی تفریق کے زبان اردو کو ملکی زبان تصور کرتے ہین، اوراس کی خدمت کو خود اپنی خدمت سمجھتے ہین، ایسے رسائل سے اردو کی مفید خدمت انجام پانے کی توقع ہے، رسالہ کے آخر مین بطور ضمیمہ "چنی ہوئی کلیان یعنی بچون کا باغ" کے عنوان سے چند صفحے ہوتے ہین، جو بچون کے لئے مخصوص ہین،

کلکتہ کے نئے رسائل | اس ششماہی مین کلکتہ سے صرف دو ماہانہ رسالے نکلے، وہ ماہ تمام اور المومن ہین،

ماہ تمام، اڈیٹر جناب محمد اسحٰق امرتسری، حجم ۷۰ صفحے، لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ، قیمت سالانہ للعہ، پتہ نمبر ۶ بی، کنائی اسٹریٹ کلکتہ،

ماہ تمام "اردو زبان کے درجہ پست وزبون کو بلند کرنے" کے لئے نکلا ہے، اس کا پہلا نمبر بابت ماہ جون ہمین موصول ہوا ہے، اس کے مضامین کا بیشتر حصہ انگریزی زبان کے رسالون اور افسانون کے ترجمات وملخصات پر مشتمل ہے، جو اوسط درجہ کے اچھے اور پڑھنے کے لائق ہین، اسی کے ساتھ خامیون سے بھی خالی نہین، مثلاً پہلا مضمون "گنہگار لڑکی" جناب مدیر کے قلم سے ہے، جو تھامس ہارڈی کے ایک فسانہ کا ترجمہ ہے جسے ہندوستانی معاشرت کے رنگ مین پیش کیا گیا ہے، جا بجا زبان کی لغزشین موجود ہین، مثلاً "ہم آٹھ دس لڑکیان کھیل رہی تھین" (ص ۱۷) "اتنے مین گھوڑے کے ٹاپون کی آواز سنائی دی" (ص ۱۷) سروری کی آنکھون سے "آنسون" جاری تھے"۔ "بیگم صاحب "کنے" پہنچادیگا" (۱۸) اور اگر دہقانی زبان دکھانی تھی، تو کوئی دہقانی لڑکی جس کی مان "گائے کو چارہ دیتی" ہو وہ اپنی مان کو "اماں جان" کہتی ہوگی، اسی طرح دوسرا مضمون "انقلاب روس کا ایک ورق" ہے، جس مین مسٹر این بنرجی کے سفر روس کی سرگذشت اور "انقلاب روس کا فنون لطیفہ پر اثر" دکھایا گیا ہے، پھر "غالب ومومن"

کے عنوان سے غالب کے ایک شعر پر مدیر ماہ تمام اور مدیر نگار کے درمیان ایک ادبی مباحثہ ہے جس مین جیت مدیر ماہ تمام ہی کی نظر آتی ہے، "موت کی لذت" کے عنوان سے جناب ایم ضیاء الدین کا ایک دلچسپ مضمون اور اس پر مدیر ماہ تمام کی ایک مختصر آپ بیتی درج ہے، پرچہ مجموعی حیثیت سے اردو کے ادبی رسالون مین ایک اچھی جگہ پانے کا مستحق ہے،

المومن مدیر جناب محمد یحییٰ صاحب حجم ۳۲ صفحے، قیمت سالانہ عہ، مقام اشاعت نمبر ۳ نیا پوکھر روڈ انٹالی کلکتہ

"المومن" اسلامی جماعت "مومن" کا سب سے پہلا ترجمان تھا، جو کلکتہ سے جمعیۃ المومنین کی سرپرستی مین نکلتا تھا، اور بڑی حد تک اعتدال کے ساتھ پیشہ ور مسلم جماعتون کی بیداری واصلاح کی خدمت انجام دیتا تھا، ادھر چند سال سے یہ رسالہ بند ہوگیا تھا، اب ماہ جنوری ۳۴ء سے پھر جاری ہوگیا ہے، رسالہ کے مضامین اپنے موضوع سے متعلق ہین، امید ہے کہ رسالہ اسی اعتدال کے ساتھ دوسری مسلمان جماعتون سے آویزش واختلاف کے بغیر مسلمانون کے ایک بڑے طبقے کی اصلاح وترقی کی مفید خدمت انجام دیتا رہیگا،

بہار کے رسالے | صوبہ بہار سے بھی اردو کے دو رسالے نکلے، جنمین ایک علمی وادبی پرچہ گنجینہ بانکی پور پٹنہ، اور دوسرا مذہبی مجلہ مبلغیہ دربھنگہ ہے،

گنجینہ ادارہ جناب ناسخ کرینوی وجناب نیر گیاوی، حجم ۴۸ صفحے، قیمت سالانہ عہ، فی پرچہ ۳ ر، مقام اشاعت چوہٹہ، بانکی پور پٹنہ،

گنجینہ کا دوسرا نمبر بابت ماہ جون ہمین موصول ہوا، رسالہ کے پیش نظر صوبہ بہار مین اردو کی خدمت اور علمی وادبی مذاق پیدا کرنا ہے، مضامین علمی وادبی دونون ہین، مولنا حکیم سید احمد اللہ صاحب ندوی نے "اہل بہار اور زبان اردو کی خدمت" کے عنوان سے باشندگان بہار کی علمی وادبی خدمات کا مختصر جائزہ لیا ہے، مولوی سید شاہ محمد جعفر میان ندوی نے "قلمرو اردو مین نفاذ اصلاحات" کے عنوان سے ایسے الفاظ اور ترکیبون کا مسئلہ پیش کیا ہے جو عربی قاعدے سے درست نہین، لیکن اردو مین بعض سنجیدہ طور پر اور بعض عوام کی زبان پر رائج ہین، لیکن ان مباحث پر وضع اصطلاحات وتوسیع زبان اردو کے ضمن مین حیدرآباد کی تصنیفات مین کافی بحثین ہوچکی ہین، مولوی عبدالمالک صاحب آروی نے تیرہوین صدی کے صاحب علم وشاعر مولنا سعید حسرت بہاری کے حالات لکھے ہین، اوران کا

علمی وادبی مرتبہ ظاہر کیا ہے، رسالہ کی ترتیب وتہذیب پر مزید توجہ کی ضرورت ہے، "ادب اور لٹریچر" کا مفہوم بھی کارکنان رسالہ کو اس سے بلند سمجھنا چاہئے جسکو انھون نے اپنی تحریر مین سامنے رکھا ہے، مثلاً وہی مضمون "انتظار کی نیرنگیان" جو مدیر رسالہ کا لکھا ہوا ہے تخیل وانشاء دونون حیثیتون سے ابھی ان کی مزید توجہ کا مستحق تھا، بلکہ اس مین زبان کی معمولی فروگذاشتین تک باقی رہ گئی ہین، مثلاً "فوارے سے صاف پانی اوچھل رہا تھا جن پر..... "قریب "تھے" سب جھاڑیون کا...." "آج تو آتے" "دیر مین...." "حسین لڑکی" "نے" "اپنے کو سنبھال کر..... ایک جگہ بیٹھ جاتی ہے" وغیرہ، اسیطرح اس مضمون مین یہ جو کہا گیا ہے کہ ٹینہ کا نام انگریزون نے پٹنہ رکھا، صحیح نہین، نیز ہمین یہ عرض کرنا ہے کہ صوبہ بہار سے ابھی محض گنتی کے چند رسالے نکلتے ہین، کم از کم ابھی تو انھین باہمی چشمکون سے بچنا بچانا چاہئے تھا، اس لئے اس پرچہ مین بعنوان "مزاحیات" اپنے صوبہ کے ایک پیش رو ہمعصر رسالہ پر جو چوٹین کی گئی ہین وہ پسندیدہ وخوشگوار نہین کہی جاسکتین، بہرحال یہ چند فروعی باتین تھین، ورنہ ہمین مولوی محمد اسمٰعیل ناسخ کرتپوی اور جناب سید حبیب احمد نیر گیاوی، بی اے کے جوش عمل، ذوق صحیح اور صلاحیت واستعداد سے اس کی بڑی توقع ہے کہ وہ اس رسالہ کو کامیابی سے چلائین گے، اور اگر خدا نے اس کی عمر مین برکت دی تو انشاء اللہ یہ ایک مفید علمی وادبی صحیفہ ثابت ہوگا،

مجلہ سلفیہ، دربھنگہ، اڈیٹر مولوی سید عبدالحفیظ صاحب گیاوی، حجم ۳۲ صفحے، کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت سالانہ عار، پتہ:- دفتر مجلہ سلفیہ لہریا سرائے، دربھنگہ،

دربھنگہ مین جماعت اہل حدیث کا ایک عربی مدرسہ "دار العلوم احمدیہ سلفیہ" ہے، اسی مدرسہ کے طلبہ کیجانب سے مدرسہ کے نام پر مجلہ سلفیہ کے نام سے یہ رسالہ نکلا ہے، رسالہ کا مقصد دینی ومذہبی خدمت کی انجام دہی ہے، مضامین تقریباً سب طلبہ ہی کے لئے ہین جو مختلف دینی، مذہبی وعلمی مباحث پر ہین، اور طلبہ کی استعداد کے لحاظ سے نہایت امید افزا ہین، توقع ہے کہ یہ رسالہ طلبہ مین علمی وادبی ذوق پیدا کرنے مین کامیاب ہوگا،

چند دیگر رسائل حیدرآباد سے اس ششماہی مین صرف ایک نیا رسالہ موصول ہوا، وہ الموسیٰ ہے،

الموسیٰ (سہ ماہی) مدیر جناب مرزا سرفراز علی صاحب، حجم ۴۸ صفحے، قیمت سالانہ للعہ، پتہ:- سٹی کالج، حیدرآباد دکن

یہ رسالہ سٹی کالج، حیدرآباد کی ادبی مجلس "بزم ادب" کی جانب سے کالج کے چند اساتذہ کی نگرانی مین نکلا ہے، سٹی کالج کی عمارت دریائے موسی کے کنارے ہے، اسی مناسبت سے رسالہ کا نام "الموسیٰ" رکھا گیا ہے، رسالہ کے افتتاحیہ مین اس کے نام کی مناسبات کا لحاظ زیادہ نمایان ہوگیا ہے، رسالہ کا افتتاح ایک نظم "موسی مائی" سے ہے، مضمون نگارون اور شعراء مین قریب قریب سب کالج ہی کے طلبہ ہین، مضامین مین افسانون اور دوسرے ادبی مضمونون کے علاوہ مزاحیہ مضامین بھی ہین، جن مین "سید بیزن بیگ خان صاحب قبلہ" کے عنوان سے کسی کالج کے پروفیسر کا مزاحیہ رنگ مین خاکہ اوڑایا گیا ہے، جو اساتذہ کے ادب واحترام کے خلاف ہے، جو مشرقی تہذیب مین صفت طلب علم کی شرط اولین سمجھی جاتی تھی، دیگر مضامین مین بھی بعض طبعزاد اور بعض مشہور یورپی اہل قلم کے کامیاب ترجمے ہین، نظمون مین بھی بیشتر حصہ یورپی شعراء کے کلام کے سلیس، روان، اور کامیاب منظوم ترجمون پر مشتمل ہے، جنپر ہم کالج کے طلبہ کو مبارکباد دیتے ہین،

مرکز اردو سے دور دراز مقامات کے جن چند رسائل کا تذکرہ اوپر گذرا وہ حسب ذیل ہین،

شہاب، جوناگڈھ، مرتبہ مولانا سید ابوظفر ندوی وجناب قاضی احمد میان صاحب اختر جوناگڈھی، حجم ۴۸ صفحے، قیمت سالانہ [illegible]، پتہ دفتر شہاب، کنگ روڈ، جوناگڈھ، کاٹھیاواڑ،

رسالہ شہاب کے مرتبین کے نام ناظرین معارف سے نامانوس نہین، یہ ہمارے معارف کے مستقل معاونین مین ہین، ان کی کوششون سے کاٹھیاواڑ جیسے دور دراز مقام سے اردو کا یہ بلند پایہ رسالہ جاری ہوا ہے، جو آگرہ مین چھپتا ہے اور جوناگڈھ سے شائع ہوتا ہے، اسکی اشاعت کا مقصد کاٹھیاواڑ مین اردو اور اسلامی علوم ومعارف کی ترویج واشاعت ہے، اس کا پہلا پرچہ ماہ جنوری مین نکلا ہے، اور اس وقت تک پابندی وقت کیساتھ جاری ہے، مضامین کا معیار بلند ہے، اب تک اسکے مختلف پرچون مین مختلف وقیع علمی وادبی مضامین شائع ہوچکے ہین، مثلاً "علم مواقیت الصلوٰۃ" "انگریزی اعلیٰ تعلیم کا دردناک انجام" "بوہرہ قوم کی اصلیت" جس مین دکھایا ہے کہ بوہرہ دراصل وہ عرب ہین، جو ابتداءً تجارت اور بیوپار کے لئے ہندوستان آئے، "حبشی لڑکی خدا کی تلاش مین" (ترجمہ فسانہ برنارڈ شا) "کال کوٹھری کے حالات" ایک جدید شہادت "اناجیل اربعہ کے نئے معنی" پھر ہر پرچہ مین منظومات کے عنوان سے مختلف ممتاز شعراء کے کلام اور علمی خبرین

کے ماتحت نئے سائنٹفک نظریات و تحقیقات وغیرہ درج ہوتی ہین، امید ہے کہ رسالہ جاری رہ کر اپنی مفید خدمات مین مصروف رہیگا،

سفیر سخن، پشاور (ماہانہ مصور) اڈیٹر جناب ابو الکیف کیفی سرحدی، حجم ۴۸ صفحے، قیمت سالانہ عکر

پتہ:- منیجر سفیر سخن، پشاور،

یہ صوبہ سرحد کا واحد ادبی رسالہ ہے، جو جناب نواب سر صاحبزادہ عبد القیوم خان وزیر تعلیم صوبہ سرحد کی سرپرستی مین جاری ہوا ہے، رسالہ محنت سے مرتب کیا جاتا ہے، مضامین زیادہ تر ادبی ہین، جو اچھے ہوتے ہین، اور یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ مضمون نگارون اور معاونین مین زیادہ تر صوبہ سرحد ہی کے اصحاب علم و شعرا ہین، نیز ملک کے دیگر ممتاز ارباب علم و اصحاب قلم کی معاونت بھی اسے حاصل ہے، اس وقت یہ رسالہ صوبہ سرحد مین زبان اردو کی بہترین خدمت مین مصروف ہے، اور دلچسپی اور انہماک کے ساتھ نکالا جاتا ہے،

میزان الافکار کراچی، (ماہانہ) ادارہ جناب فائق کرتپوری و فروغ کوٹڈی، حجم ۳۲ صفحے، تقطیع چھوٹی، قیمت سالانہ ۱۲ر، پتہ:- دفتر میزان الافکار، ہارون برادرس بلڈنگ، رام سوامی کوارٹر، کراچی، (سندھ)

یہ مختصر رسالہ کراچی سے ادب اردو کی خدمت کیلئے جناب افسر صدیقی امروہوی کی سرپرستی مین نکلا ہے، مضامین مین ادبی مضامین، افسانے اور غزلین وغیرہ مین، جناب افسر صدیقی امروہوی کا ایک مقالہ "اردو کا ایک یورپین شاعر" ہے، جسمین انھون نے مسٹر جارج شور کے اردو دیوان پر تبصرہ کیا ہے، مقالہ نگار نے جارج پرنس شور کی قیامگاہ میرٹھ لکھا ہے، لیکن منشی عبد الکریم نے اپنے تذکرہ شعراے اردو مین اسے علی گڈھ کا متوطن بنایا ہے، البتہ اس کے دونون دیوان میرٹھ کے مطبع ممتاز المطابع مین چھپے تھے، شاید مقالہ نگار کو اسی سے التباس ہوا ہو، امید ہے کہ یہ رسالہ زندہ رہ کر سندھ مین زبان اردو کی خدمت انجام دے،

"ض"

مطبوعات جدیدہ

جنگ و جدال، از جناب سید سجاد حیدر صاحب بی اے، ڈپٹی کلکٹر صوبہ متحدہ، حجم ۱۴۰ صفحے، تقطیع چھوٹی، قیمت ۱۲ر، پتہ:- منیجر صاحب مسلم یونیورسٹی بکڈپو، علی گڈھ،

جناب سید سجاد حیدر (یلدرم) اردو زبان کے اُن افسانہ نویسون مین ہین، جو اردو زبان مین مختصر افسانہ نویسی اور جدید طرز کے ستھرے ناولون اور ڈرامون کو اردو مین منتقل کرنے کی ابتدائی داغ بیل ڈالنے والے ہین، خصوصاً ترکی زبان کے افسانون اور ڈرامون کو اردو مین ابتداءً موصوف ہی نے روشناس کیا، زیر نظر ڈرامہ "جنگ و جدال" بھی ایک ترکی ڈرامہ کا اپنے مخصوص طرز مین ایک کامیاب ترجمہ ہے، جس مین ترکون کی معاشرتی و خانگی زندگی مین یورپ کے طرز معاشرت کے تتبع کی ابتدائی جھلک نظر آتی ہے، افسانہ کا ماحصل عصمت و بے عصمتی کی ایک مؤثر جنگ اور عصمت کی بے عصمتی پر حیرت انگیز کامیابی ہے،

کلیات طغرائی، مرتبہ جناب صوفی غلام مصطفےٰ تبسم ایم اے، پروفیسر گورنمنٹ کالج، لاہور، حجم ۲۲۰ صفحے، لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت عہ، پتہ:- کتب خانہ طغرائی، امرتسر

جناب حکیم فیروز الدین احمد صاحب فیروز طغرائی، مرحوم امرتسری، دور آخر مین پنجاب کے نوجوان شعراء کے رہنما و مطاع تھے، موصوف کی وفات پر ان کے عقیدت کیش تلامذہ نے ان کی یادگار مین ایک مجلس "بزم طغرائی" کے نام سے قائم کی اور اس بزم نے ان کے کلام کی ترتیب کی خدمت ان کے لائق شاگرد اور پنجاب کے خاموش صاحب علم جناب صوفی غلام مصطفےٰ تبسم پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کے سپرد کی جنھون نے ان کا مجموعہ کلام "کلیات طغرائی" کے نام سے شائع کیا ہے، ابتدا مین مرتب نے اپنے استاذ کے سوانح حیات قلمبند کرکے پیش کئے ہین، پھر موصوف کے دوسرے تلامذہ جناب عرشی اور جناب ممتاز حسن صاحب ایم اے نے اردو و فارسی کلام پر نقد کیا ہے، اس کے بعد کلیات شروع ہوتا ہے

جو مختلف اصنافِ سخن پر مشتمل ہے، اور کلام کو مختلف عنوانون "نظمین" "اسلامی نظمین" "غزلیات" اور فارسی نظمین "فارسی غزلیات" "قصائد" اور "متفرقات" مین تقسیم کر دیا ہے، کلام مین پختگی، متانت اور لطافت کی جھلک نظر آتی ہے، ثقیل و نامانوس الفاظ سے دامن محفوظ، اور ترکیبون سے سادگی نمایان ہے،

خزینۂ معلومات، از جناب ایم اے ایس " ناشر ایجوکیشنل بک ڈپو شمشاد بلڈنگ، سول لائن، علی گڈھ، حجم ۵۲۰ صفحے، تقطیع چھوٹی، قیمت عہ

یہ ایک دلچسپ اور کارآمد کتاب اور وقتی ضروریات کے لئے واقعی "خزینۂ معلومات" ہے، اس کتاب مین انسانی ضروریات اور کاروبار کے ایسے معلومات فراہم کئے گئے ہین، جنکی مختلف طبقون اور پیشون مین ضرورت پڑتی رہتی ہے، اس کے محتویات کا اندازہ اس کے عنوانون سے ہو سکتا ہے، مثلاً "ڈاکخانہ" جس کے ماتحت ملکی اور غیر ملکی ڈاک قواعد پارسل، خطوط، رجسٹری، منی آڈر، سیونگ بینک، کیش سارٹیفکٹ اور تار ٹیلیفون وغیرہ کے جملہ قوانین، معلومات اور استعمال کے طریقے بتائے گئے ہین، اسی طرح "ریلوے" کے بیان مین ہر قسم کی گاڑیون کی تفصیل، پارسل وغیرہ کے طریقے ان کے قواعد اور محصول وغیرہ، اسی طرح "انکم ٹکس" "قوانین کسٹم" "تجارت" کے معلومات مین انوانہائے تجارت بحری راستے، سامان منگانے بھیجنے کے وسائل، درآمد برآمد، وغیرہ کا بیان ہے، پھر طبی، سیاسی اور مذہبی معلومات درج ہین، رقوم، ہندسے پیمانے، اوزان وغیرہ کا ذکر ہے، "بینک" "نرخ منڈی" "کرنسی" "سکے" غیر ممالک مین ایجنسیان لینے کے طریقے وغیرہ بتائے گئے ہین، عدالت دیوانی اور فوجداری کے ضروری قوانین، مقدمات دائر کرنے اور پیروی کے ضروری ہدایات ہین، پھر کواکب، سنین، ایام وغیرہ کی تشریح ہے، دائمی جنتری، اور اس کے استعمال کا طریقہ اور سب سے آخر مین سال رواں کی جنتری درج ہے، ان جملہ امور کے چھوٹے بڑے ضروری معلومات آگئے ہین، حساب کتاب کے مختلف کارآمد نقشے بھی ہین، لیکن اگر کتاب کو مختلف وسیع عنوانون کے ماتحت دوسرے طریق پر مرتب کیا جاتا تو مناسب تھا، اور یہ بھی افسوس ہے کہ کتابت کی غلطیان، بعض جگہ بندسون، اور محصول وغیرہ مین رہ گئی ہین،

"ر"

مرآۃ المثنوی

یعنی

مولنا جلال الدین الرومی قدس سرہ العزیز کی مثنوی معنوی کے قصص و حکایات کی تلخیص حکم و معارف کی تخیر اشعار مشتمل بر آیات قرآنی و احادیث نبوی کی ترتیب

مرتبہ

جناب قاضی تلمذ حسین صاحب ایم اے

(رکن دار الترجمہ، جامعہ عثمانیہ)

مثنوی شریف کے غوامض و دقایق کو حاصل کرنے کیلئے جسقدر شرحین لکھی گئین اور اسکے مطالب پر بسہولت عبور حاصل کرنے کیلئے جسقدر خلاصے مرتب ہوئے وہ محتاج بیان نہین مگر یہ خلاصہ (مرآۃ المثنوی) اپنی آپ نظیر ہے، یہ خلاصہ درحقیقت مثنوی شریف کی ایک ترتیب جدید ہے جس سے مثنوی شریف کے جملہ مباحث و مطالب پر بسہولت تمام عبور حاصل ہو جاتا ہی، چونکہ مثنوی شریف کو اس ترتیب جدید مین لانا ایک نئی بات تھی اسلئے جناب مؤلف نے کامل اطمینان اس امر کا حاصل کر لیا کہ یہ ترتیب بدعت سیئہ نہین بلکہ بدعت حسنہ ہے، جن علمائے کرام نے قبل طبع اس کتاب کو ملاحظہ فرما کر اظہار رائے فرمایا، ان مین سے چند رایون کا اقتباس درج ذیل ہے۔

"اس کے قبل اس طرز کی مرتب شدہ مثنوی میری نظر سے نہین گذری، خدا مرتب کو جزائے خیر دے"

(حضرت مولنا عبد الباری طاب ثراہ فرنگی محل، لکھنؤ)

"آپکی یہ کتاب اپنی نوعیت کی لاجواب ہی، اللہ تعالی اسے قبول فرما کر آپکو جزائے خیر عطا فرمائے"

(جناب شمس العلماء مولنا عبد الحمید صاحب دام برکاتہ، فرنگی محل لکھنؤ)

کتاب مثنوی کے اجزاے ترکیبی کا انحلال اس خوبی سے کیا ہے کہ پڑھنے والے ہمیشہ جناب قاضی صاحب کے ممنون احسان رہینگے، کہ آپنے ایسا حسن لاجواب منظر عام پر لاکر کھڑا کر دیا جسکا نام "مرآۃ المثنوی" ہے۔

(جناب شمس العلماء مولنا ابو الفضل محمد حفیظ اللہ صاحب دام فیوضہ سابق صدر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

بعد انطباع اور قبل از اشاعت یہ کتاب خود مولنا رومی کے موجودہ سجادہ نشین حضرت برہان الدین ولد چلپی دامت افضالہ کی خدمت بابرکت مین پیش کیگئی حضرت ممدوح نے اس پر ایک دیباچہ تحریر فرمایا جس مین ارشاد ہوا ہے کہ:-

"حقا کہ از کتاب مثنوی این چنین تالیف لطیف استنباط کردن کار ہر مردان میدان کمال نیست"۔

علی ہذا، یورپ کے مستند و مسلم مستشرق ڈاکٹر نکلسن نے بھی اس کتاب پر دیباچہ تحریر فرمایا جسمین ارقام ہوا ہے کہ:-

"قاضی کی یہ تالیف اس نام کو بجا ثابت کرتی ہے جو اس کے لئے تجویز کیا گیا ہے، انکی "مرآۃ المثنوی" اس نظم (یعنی مثنوی شریف) کی ہیئتون کو بطریق احسن روشن کرکے واقعی آئینہ کا کام دیتی ہے"۔

ان سب کے بعد جناب مولنا شفیع الدین صاحب زیدت اجلالہ (مہاجر مکی) نے اس کتاب کی قبولیت کی دعا مکہ مکرمہ مین فرمائی کہ:-

"یہ کام فی نفسہ قابل قدر ہے اور اپنی طرز مین خاص ہے، مجھے امید ہے کہ مقبول ہو گی، مین اس کی قبولیت کی دعا کرتا ہون"۔

اس کامل اطمینان کے بعد یہ کتاب شائع کی گئی ہے، کتاب کی ظاہری و باطنی خوبیون کا اندازہ صرف کتاب کے دیکھنے ہی سے ہو سکتا ہے۔

کتابت، طباعت، کاغذ، جلد سب اعلی پیمانہ پر مین، حجم (۱۲۰۰) صفحات، قیمت:- عہ

ملنے کا پتہ

دائرۃ الادب حیدرگوڑہ حیدرآباد دکن

دار المصنفین کی ادبی کتابین

شعر الہند حصہ اول، جس مین قدما کے دور سے لے کر دور جدید تک اردو شاعری کے تاریخی تغیرات وانقلابات کی تفصیل کیگئی ہے، اور ہر دور کے مشہور اساتذہ کے کلام کا باہم موازنہ و مقابلہ کیا گیا ہے، کاغذ اور لکھائی چھپائی اعلی مطبوعہ معارف پریس ضخامت ۴۹۵ صفحے قیمت:- للعہ، از مولنا عبد السلام ندوی۔

حصہ دوم - جس مین اردو شاعری کے تمام اصناف یعنی غزل، قصیدہ، مثنوی اور مرثیہ وغیرہ پر تاریخی و ادبی حیثیت سے تنقید کی گئی ہے، کاغذ اور کتابت عمدہ، ضخامت ۴۵۹ صفحے، قیمت:- للعہ

گل رعنا، اردو زبان کی ابتدائی تاریخ اور اس کی شاعری کا آغاز، اور عہد بعہد کے اردو شعراء کے صحیح حالات اور ان کے منتخب اشعار اردو مین شعراء کا یہ پہلا مکمل تذکرہ ہے، جس مین آب حیات کی غلطیون کا ازالہ کیا گیا ہے، ولی سے لے کر حالی و اکبر تک کے حالات، ضخامت ۵۴۸ صفحے، قیمت:- عہ، از مولنا سید عبد الحئی صاحب مرحوم،

مکاتیب شبلیؒ - مولنا شبلی مرحوم کے دوستون عزیزون، شاگردون کے نام خطوط کا مجموعہ جسمین مولنا کے قومی خیالات اور علمی، تعلیمی، اور ادبی تحقیقات ہین، یہ درحقیقت مسلمانون کی تیس برس کی تاریخ ہے، طبع دوم،

حصہ اول، ضخامت ۳۴۹ صفحے، قیمت:- ۱۲ عہ

حصہ دوم، ضخامت ۲۶۱ صفحے، قیمت:- ۱۰ عہ

موازنۂ انیس و دبیر (از مولنا شبلیؒ) اردو کے مشہور با کمال شاعر میر انیس کی شاعری پر ریویو، اردو مین فصاحت و بلاغت کے اصول کی تشریح، مرثیہ کی تاریخ، میر انیس کے بہترین مرثیون کا انتخاب، اور مرزا دبیر سے ان کا موازنہ، اردو مین اپنے فن مین یہ پہلی کتاب ہے، ضخامت ۲۸۴ صفحے، قیمت:- عہ

کلیات شبلی اردو، مولنا کی تمام اردو نظمون کا مجموعہ جس مین مثنوی صبح امید، قصائد جو مختلف مجلسون مین پڑھے گئے، اور وہ تمام اخلاقی، سیاسی، مذہبی، اور تاریخی نظمین، جو کانپور، ترکی، طرابلس، بلقان، مسلم لیگ، مسلم یونیورسٹی وغیرہ کے متعلق لکھی گئی ہین، شامل ہین، یہ نظمین درحقیقت مسلمانون کے چہل سالہ جد و جہد کی ایک مکمل تاریخ ہے، لکھائی چھپائی کاغذ اعلی، ضخامت ۱۳۰ صفحے، قیمت:- عہ

افادات مہدی، ملک کے نامور انشا پرداز ایم مہدی حسن مرحوم افادی الاقتصادی کے ۳۰ مضامین کا مجموعہ مع مقدمہ و ضمیمہ جات، مطبوعہ معارف پریس اعظم گڈہ، لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت عہ، حجم ۳۷۵ صفحے،

سرگذشت ادب ترکی، جس مین ترکی ادب کی مختصر اجمالی تاریخ دلاویز انداز مین بیان کی گئی ہے ۸ آنہ کے ٹکٹ بھیجکر طلب کرین، (از مولنا ریاست علی ندوی)